

# حدیث منزلت پر ایک نظر

تالیف: آیت اللہ سید علی حسینی میلانی

مترجم: شیر علی ناوم شگری

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کس فنس طور پر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے

حدیث منزلت پر ایک نظر

تألیف: آیت اللہ سید علی حسینی میلانی

مترجم: شیر علی نادم شگری

## اہم نکتے

ادیان الہی میں سے آخری اور کامل ترین دین خاتم الامیاء حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کی بعثت کے ذریعے دنیا والوں کے لئے پیش کیا گیا اور پیغام الہی لے کر آنے والوں کا سلسلہ آپ (ص) کی نبوت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ دین اسلام شہر مکہ میں پروان چڑھا اور سرالتماب (ص) اور ان کے بعض باوفا دوستوں کی تئیس (۲۳) سالہ طاقت فرسا زحماتوں کے نتیجے میں پورے جزیرہ عرب پر چھا گیا۔

رسول اللہ (ص) کے بعد اس راہ الہی کو جاری رکھنے کی ذمہ داری خداوند متعال کی طرف سے ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں عالم اسلام کے اولین جوانمرد یعنی امیر المومنین حضرت علی (ع) کو سونپی گئی۔

اس روز حضرت علی (ع) کی ولایت و جانشینی کے اعلان کے ساتھ نعمت الہی اور دین اسلام کی تکمیل اور پھر دین اسلام کے خدا کا واحد پسندیدہ دین ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس لئے کافر اور مشرکین دین اسلام کو نابود کر سکنے سے مایوس ہو گئے۔

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ پیغمبر (ص) کے بعض اطراف، پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت، آپ (ص) کی رحلت کے بعد ہدایت و رہبری کی راہ کو تبدیل کر بیٹھے۔ شہر علم کے دروازے کو بند کر کے مسلمانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے پنس حکومت کے ابتدائی دنوں میں ہی حدیث لکھنے پر پابندی لگانے، جھوٹی حدیثیں گھونے، شبہات ایجاد کرنے اور شیطانی طریقوں سے حقائق کو توڑ مروڑ کرنے کے ذریعے اسلام کے سورج جیسے تابناک حقائق کو شک و تردید کی کالی گھٹلوں کی اوٹ قرار دیا۔

ظاہر یہ ہے کہ تمام سازشوں کے باوجود امیر المومنین (ع)، ان کے اوصیاء (ع) اور بعض باوفا اصحاب و انصار (رضی اللہ عنہم) کے توسط سے اسلام کے حقائق اور پیغمبر اکرم (ص) کے گہر بار فرامین تاریخ میں ثبت ہو گئے ہیں اور زمانے کے مختلف مسوڑ پر جلوہ دکھاتے ہیں۔ ان حضرات نے حقائق بیان کرنے کے ضمن میں شکوک و شبہات اور شیطان و دشمنان اسلام کے اٹھائے جانے والے سوالوں کا جواب دیا ہے۔ اور حقیقت کو ہر کسی کے لئے آشکار کر چھوڑا ہے۔

اس راہ میں شیخ مفید، سید مرتضیٰ، شیخ طوسی، خواجہ نصیر، علامہ حلی، قاضی نور اللہ، میر حامد حسین، سید شرف الدین اور علامہ۔  
امینی (رحمہم اللہ) جیسے روشن ستارے چمک اٹھے ہیں جنہوں نے حقائق اسلامی کے دفاع اور مکتب اہل بیت (ع) کی اصلیت بیان کرنے  
کی راہ میں تحقیق و جستجو اور شبہات کا جواب دینے کے لئے اپنی زبان اور قلم کو حرکت دی ہے۔

عصر حاضر میں حریم امامت و ولایت امیر المومنین (ع) سے عالمانہ دفاع کرنے اور دین مسبین کے تابناک حقائق کو رسا بیان و قلم کے  
ذریعے پیش کرنے والے دانشمندیوں میں سے ایک عظیم محقق حضرت لبت اللہ سید علی حسینی میلانی ہیں۔ ان کے رشحات قلم میں سے  
ایک نمونہ ہم آپ کی خدمت میں اردو زبان میں پیش کر رہے ہیں امید ہے عاشقان اہل بیت (ع) کے لئے یہ کتاب ایک نایاب تحفہ۔  
ثابت ہوگی۔

نام شگری

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

تم المقدس

## مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله الطاهرين ولعنة الله على اعداءهم اجمعين من الاولين

والآخريين -

شيعة اور اہل سنت کے منابع میں ذکر ہونے والی معروف احادیث میں سے ایک حدیث 'حدیث منزلت' ہے۔ جس میں پیغمبر

اکرم (ص) حضرت امیرالمومنین (ع) سے فرماتے ہیں:

"اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى" - کیا پسند نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ کے لئے

ہارون؟"

دوسری نقل کے تحت آپ (ص) نے فرمایا:

"انت منى بمنزلة هارون من موسى" تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون۔"

ایک اور تعبیر میں یوں ہے کہ پیغمبر (ص) نے فرمایا:

"على منى بمنزلة هارون من موسى" - علی (ع) کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔"

دیگر بہت ساری احادیث کے مقابلے میں اس حدیث کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ اس حدیث کو دیگر محدثین کے علاوہ بخاری اور

مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔ اہل سنت کی اصطلاح میں یہ حدیث ایسی حدیث ہے کہ بخاری و مسلم دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ حدیث امیرالمومنین (ع) کی امامت پر کئی پہلوؤں سے دلالت کرتی ہے؛ لہذا اس اعتبار سے اسی حدیث سے

کئی جہات سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے ہمارے علماء نے شروع سے ہی اس حدیث پر خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ اس طرح

دوسروں نے بھی اسے اپنی اسناد سے نقل کرنے اور مختلف راستوں سے اس کا جواب دینے کا اہتمام کیا ہے۔

ہم اس تحریر میں 'سند' اور 'دلالت' کے اعتبار سے اس حدیث شریف کی تحقیق کر کے محققین اور متلاشیان علم کے حوالے

کریں گے۔

سید علی حسینی میلانی

پہلا حصہ:

روایان 'حدیث منزلت' پر ایک نظر

حدیث منزلت کے راوی

متن حدیث کی تحقیق سے پہلے ہم بعض اصحاب پیغمبر (ص) کے نام بیان کریں گے جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح مختلف صدیوں سے تعلق رکھنے والے مشہور ترین محدثین، مفسرین اور مورخین کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔

۱۔ امیر المومنین علی علیہ السلام

روایان حدیث کی ابتدا میں خود امیر المومنین (ع) کا اسم گرامی چمک رہا ہے۔ اسی طرح بعض اصحاب نے اس حدیث کو نقل کیا ہے،

ان کے نام یہ ہیں:

۲۔ عبد اللہ ابن عباس

۳۔ عبد اللہ ابن مسعود

۴۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری

۵۔ سعد ابن ابی وقاص

۶۔ عمر ابن خطاب

۷۔ ابو سعید خدری

۸۔ براء ابن عازب

۹۔ جابر ابن سمرہ

۱۰۔ ابوہریرہ

۱۱۔ مالک ابن حویرث

۱۲۔ زید ابن ارقم

۱۳۔ ابو رفح

۱۴۔ حذیفہ بن اسید

۱۵۔ انس بن مالک

۱۶۔ عبد اللہ ابن ابی اوفی

۱۷۔ ابو ایوب انصاری

۱۸۔ عقیل ابن ابی طالب

۱۹۔ حبشی ابن جنادہ

۲۰۔ معاویہ ابن ابو سفیان

اس حدیث کے راویوں میں خواتین بھی ہیں کہ جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ام المؤمنین ام سلمہ

۲۔ اسماء بنت عمیس



## حدیث منزلت کا تواتر

تیس (۳۰) سے زائد اصحاب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ، ممکن ہے اصحاب میں سے مردوں اور خواتین کو ملا کر راویوں کی تعداد چالیس (۴۰) تک پہنچ جائے۔

ابن عبد البر "الاستیعاب" میں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث، صحیح ترین اور معتبر ترین روایت میں سے ہے۔ وہ اسی تسلسل میں کہتے ہیں: سعد ابن ابی وقاص کی حدیث بہت ساری اسناد سے نقل ہوئی ہے۔

ابن عبد البر اس حدیث کو روایت کرنے والے بعض اصحاب کا نام لینے کے بعد کہتے ہیں: البتہ ایک اور گروہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے جس کے تمام افراد کا نام لینا طوالت کا باعث ہوگا۔<sup>(۱)</sup>

"تہذیب الکمال" میں مزی نے بھی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور امیرالمومنین (ع) کے حالات زندگی میں اسی طرح اظہار نظر کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

حافظ ابن عساکر بھی "تاریخ مدینہ دمشق" میں بہت سارے مواقع پر امیرالمومنین (ع) کے حالات بیان کرتے وقت اس حدیث کو اسناد و طرق کو تقریباً بیس (۲۰) اصحاب سے ذکر کرتا ہے۔<sup>(۳)</sup>

---

۱۔ الاستیعاب: ۳/ ۱۰۹۷

۲۔ تہذیب الکمال: ۲/۴۸۳

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۳۰۶/۱-۳۹۳، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو نقل کرنے والے بعض اصحاب کلام لینے کے بعد ان میں سے ایک گروہ کس روایت کا متن نقل کرتے ہوئے اور کہتا ہے: ابن عساکر نے علی (ع) کے حالات زندگی کے ضمن میں حدیث منزلت کے تمام طرق کو ذکر کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

اس بناء پر حدیث منزلت ، کہ جو شیعہ مفکرین کے ہاں متواتر ہے، اہل سنت کے ہاں بھی صحیح ، معروف اور مشہور احادیث میں سے ہے؛ بلکہ ان کے ہاں بھی متواتر احادیث میں شمار ہوتی ہے۔

حاکم نیشاپوری اسی ضمن میں لکھتے ہیں: حدیث منزلت ، تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔<sup>(۲)</sup>

اسی طرح ”قطف الازہار المتناثرة فی الأخبار المتواترة“ میں ، جس میں متواتر احادیث ہیں، حافظ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو بھی نقل کیا ہے۔<sup>(۳)</sup>

شیخ علی متقی ہندی نے ”قطف الازہار المتناثرة فی الأخبار المتواترة“ میں اس حدیث کو نقل کرنے میں سیوطی کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث کے متواتر ہونے کا اعتراف کرنے والوں میں سے ایک دیدار ہند کے محدث شاہ ولی اللہ دہلوی ہے۔ انہوں نے اس مطلب کو ”ازالة الخفاء فی سيرة الخلفاء“ میں لکھا ہے۔

۱۔ فتح الباری: ۷/۶۰

۲۔ کفایة الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب (ع): ۲۸۳

۳۔ قطف الازہار المتناثرة فی الاخبار المتواترة: حرف الف

## مختلف صدیوں میں اس حدیث کے روای

یہاں ہم اہل سنت کے مشاہیر میں سے ایک ایسے گروہ کی طرف اشارہ کریں گے جو مختلف صدیوں میں اس حدیث کو روایت

کرنے والے ہیں:

۱۔ محمد ابن اسحاق۔ صاحب کتاب السیرة :

۲۔ ابو داؤد سلیمان ابن داؤد طیالسی۔ صاحب المسند ؛

۳۔ محمد ابن سعد۔ مصنف الطبقات الکبریٰ؛

۴۔ ابو بکر ابن ابی شیبہ۔ صاحب کتاب المصنف؛

۵۔ احمد ابن حنبل شیبانی۔ صاحب المسند ؛

۶۔ محمد ابن اسماعیل بخاری۔ صحیح بخاری؛

۷۔ مسلم بیثلووری۔ صحیح مسلم؛

۸۔ ابن ماجہ قزوینی۔ سنن ابن ماجہ؛

۹۔ ابو حاتم ابن حبان۔ صحیح؛

۱۰۔ محمد ابن عیسیٰ ترمذی۔ سنن ترمذی؛

۱۱۔ عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل۔ یہ اہل سنت کے بڑے پیشوا احمد ابن حنبل کا بیٹا ہے۔ کبھی بعض علماء، عبد اللہ کو اس کے

باپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس نے اس حدیث کو "زیادات مسند احمد" اور "زیادات مناقب احمد" میں نقل کیا ہے۔

۱۲۔ ابو بکر بزار۔ صاحب المسند؛

۱۳۔ نسائی - صاحب صحیح؛

۱۴۔ ابو یعلیٰ موصلی - صاحب المسند؛

۱۵۔ محمد ابن جریر طبری۔ صاحب تاریخ و تفسیر؛

۱۶۔ ابو عوانہ۔ صاحب صحیح؛

۱۷۔ ابو شیخ اصفہانی - صاحب طبقات المحدثین؛

۱۸۔ ابو القاسم طبرانی۔ صاحب معجم (کبیر، اوسط، صغیر)؛

۱۹۔ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری۔ صاحب المستدرک علی الصحیحین؛

۲۰۔ ابو بکر شیرازی۔ صاحب الاقرب؛

۲۱۔ ابو بکر ابن مردویہ - صاحب تفسیر؛

۲۲۔ ابو نعیم اصفہانی - صاحب حلیۃ الاولیاء؛

۲۳۔ ابو القاسم تنوخی۔ انہوں نے حدیث منزلت کی اسناد ذکر کرتے ہوئے الگ سے ایک کتاب لکھی ہے۔

۲۴۔ ابو بکر خطیب بغدادی۔ صاحب تاریخ بغداد؛

۲۵۔ ابن عبد البر - صاحب الاستیعاب؛

۲۶۔ بغوی۔ یہ اہل سنت کے ہاں "مخبر السنۃ" (سنت کو زندہ کرنے والا) کے نام سے معروف ہے۔ "مصحح السنۃ" نامی کتاب ان

کی لکھی ہوئی ہے۔

۲۷۔ رزین عبدی۔ صاحب کتاب الجمع بین الصحاح؛

۲۸۔ ابن عساکر۔ صاحب تاریخ مدینہ دمشق؛

۲۹۔ فخر رازی - صاحب تفسیر کبیر؛

۳۰۔ مجد الدین ابن اثیر جزری - صاحب جامع الاصول؛

۳۱۔ عز الدین ابن اثیر - صاحب اسد الغابہ؛

۳۲۔ ابن خلدون بغدادی - صاحب تاریخ بغداد؛

۳۳۔ نووی - صاحب شرح صحیح مسلم؛

۳۴۔ ابوالعباس محب الدین طبری - صاحب الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ

۳۵۔ ابن سید الناس - صاحب السیرۃ ؛

۳۶۔ ابن قسیم جوزیہ - صاحب السیرۃ ؛

۳۷۔ یافعی - صاحب مرآة الجنان؛

۳۸۔ ابن کثیر دمشقی - صاحب تفسیر و تاریخ؛

۳۹۔ خطیب تبریزی - صاحب مشکاة المصابیح؛

۴۰۔ جمال الدین مزنی۔ صاحب تہذیب الکمال؛

۴۱۔ ابن شحنہ - معروف تاریخ کے مصنف؛

۴۲۔ زین الدین عراقی - معروف محدث ، مختلف کتابوں کے مصنف ہیں ؛ جن میں سے ایک کتاب "الالفیہ فی علوم الحدیث" ہے؛

۴۳۔ ابن حجر عسقلانی؛

۴۴۔ جلال الدین سیوطی؛

۴۵۔ دید بکری۔ تاریخ خمیس؛

۴۶۔ ابن حجر مکی۔ الصواعق المحرقة؛

۴۷۔ معتقی ہندی۔ کنز العمال؛

۴۸۔ مناوی۔ فیض القدر فی شرح الجامع الصغیر؛

۴۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ ازلة الخفاء، الحجۃ البالغة؛

۵۰۔ احمد زبئی دحلان۔ السیرة الدحلانیة۔

ان کے علاوہ مختلف صدیوں اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے محدثین، مورخین اور مفسرین نے اس حدیث شریف کو اپنی

اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

دوسرا حصہ :

حدیث منزلت کے متن پر ایک نظر

حدیث منزلت کا متن اور اس کی تصحیح

## بخاری کی روایت

صحیح بخاری میں یہ روایت دو جگہ نقل ہوئی ہے۔

محمد بن بشر، غندر سے ، وہ شعبہ سے اور شعبہ ، سعد سے نقل کرتا ہے، وہ کہتا ہے: کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے ، اس نے

اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے سنا ، کہتا تھا کہ پیغمبر خدا (ص) نے فرمایا:

"اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ" - کیا پسند نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ کے لئے

ہارون؟" (۱)



بخاری دوسری جگہ اس حدیث کو اس طرح نقل کرتا ہے:

مسدد، یحییٰ سے ، وہ شعبہ سے ، شعبہ ، حکم سے ، وہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے اور سعد اپنے باپ سے نقل کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے:

"جب پیغمبر جنگ تبوک کے لئے مدینے سے باہر جا رہے تھے تو آپ (ص) نے علی (ع) کو ساریے میں نہیں جگہ۔ چھوڑ دیا۔

۔ علی (ع) نے عرض کیا: کیا آپ (ص) عورتوں اور بچوں کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دیں گے؟

پیغمبر (ص) نے فرمایا:

"الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انہ لیس بعدی نبی"

کیا تم خوش نہیں ہو کہ میرے لئے، موسیٰ کے لئے ہارون کی طرح ہو جاؤ سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں؟" (۱)

## مسلم کی روایت

مسلم بن حجاج قشیری اس حدیث کو متعدد اسناد سے روایت کرتا ہے۔ بطور نمونہ ایک مورد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ان روایات میں سے ایک وہ روایت ہے جو اس نے اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے، سعید نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر (ص) نے علی (ع) سے فرمایا:

"انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي"

تم میرے لئے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون تھا سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

سعید کہتا ہے: میں چاہتا تھا کہ اس حدیث کو بالمشافہ سعد سے ہی سنوں، اسی لئے میں نے اس سے ملاقات کی اور عامر کسی نقل کردہ حدیث سعد کے ہاں بیان کر دی۔

اس نے کہا: میں نے یہ حدیث پیغمبر (ص) سے سنی ہے۔

میں نے کہا: کیا واقعی! تم نے خود سنی ہے؟

اس نے میرے جواب میں اپنی انگلیوں کو کانوں پر رکھا اور کہا: جی ہاں! اگر جھوٹ کہوں تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔<sup>(۱)</sup>

---

۱۔ صحیح مسلم: ۴/۱۸۷۰، حدیث ۲۴۰۴

قابل ذکر ہے کہ اس متن میں چند ایک نکات ہیں ان پر توجہ کرنی چاہئے۔

مسلم اپنی صحیح میں کسی دوسری جگہ یوں نقل کرتا ہے :

بکیر بن مسمد نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے ، وہ کہتا ہے کہ معاویہ بن ابی سہیان

نے سعد سے کہا: لاوتراب کو برا بھلا کہنے سے کون سی چیز تمہارے لئے مانع ہے ؟

سعد نے کہا: اس (علی (ع)) کے بارے میں پیغمبر کی بیان کی گئی تین خصوصیات جب بھی مجھے یاد آتی ہیں میں ہرگز اس کو برا

بھلا نہیں کہہ سکتا۔ پھر سعد نے وہ تین خصوصیات بیان کیں کہ جن میں سے ایک حدیث منزلت تھی۔<sup>(۱)</sup>

## اہل سنت کی نگاہ میں دو صحیح کتابیں

جو کچھ گزر چکا ہے وہ ایسی حدیثیں تھیں جو اہل سنت کی دو صحیح کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اہل سنت کے درمیان مشہور و معروف یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کی حدیثیں قطعی طور پر صحیح اور درست ہیں، اکثر اہل سنت اس بات کے معتقد ہیں کہ ان دونوں کتابوں کی ساری احادیث "قطعی الصدور" ہیں اور ان روایات کی سند میں جھگڑنے اور شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

زیادہ سے زیادہ اطمینان کے لئے آپ علوم حدیث میں لکھی گئی کتب سے رجوع کر سکتے ہیں۔ بطور نمونہ: جلال الدین سیوطی کی تالیف 'تدریب الراوی فی شرح تقریب السنوی'، اسی طرح 'الفیۃ الحدیث' پر لکھی گئی شرحیں، مثلاً: شرح ابن کثیر، شرح زین الدین عراقی وغیرہ دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ ابو الصلاح کی کتاب علوم الحدیث میں بھی یہ مطلب دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک طرف سے اہل سنت کی معتبر اور مورد اعتماد کتاب 'حجة اللہ البالغۃ' میں شاہ ولی اللہ دہلوی، دو صحیح کتابوں پر تاکید کرتے ہیں؛ وہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری پر تمام علماء کے اجماع اور اتفاق کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: تمام علماء متفق النظر ہیں، ہر وہ شخص کہ جو ان دونوں کتابوں سے بے اعتنائی کرے اور انہیں بے اہمیت سمجھے وہ بدعت گزار اور مومنین کے راستے پر نہ چلنے والا ہے۔

اس بنا پر اور شاہ ولی اللہ کی بات پر، کہ جس میں اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے، توجہ دینے سے، حدیث منزلت کی سند پر اعتراض کرنے والا دین میں بدعت ایجاد کرنے والا ہو جائے گا جو مومنین کے راستے سے ہٹ کر کسی دوسری راہ پر چل رہا ہے۔ دوسری طرف سے اگر رجال کی کتب دیکھ لی جائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ مسلم اور بخاری نے جس راوی سے کوئی ایک حدیث نقل کی ہے تو تمام راوی شناسوں نے اسی راوی پر اعتماد کر کے اس کی حدیث کو قبول کیا ہے؛ اس طرح کہ ان میں سے بعض کا کہنا ہے: جس کسی نے ان دونوں سے روایت نقل کی وہ پل سے گزر گیا۔

اسی لئے شیعہ اپنے حق کو ثابت کرنے یا دوسروں کے نظریات کو باطل کرنے کے لئے ہمیشہ معتبر احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ جب اہل سنت جواب دینے سے عاجز آجاتے ہیں اور انہیں بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تو اپنے مفاد کے خلاف احادیث کو یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ "یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) نے اپنی کتب میں نقل نہیں کی ہے۔"

بطور نمونہ یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں :

پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا :

"ستفترق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة" -

میرے بعد میری امت تہتر (۷۳) گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

یہ حدیث اسی تعبیر کے ساتھ صحیح بخاری اور مسلم میں نہیں آئی ہے؛ لیکن سنن چہاد گانہ (سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی

اور سنن ابی داؤد) میں موجود ہے۔ ابن تیمیہ اس حدیث کے رد میں کہتا ہے: "یہ حدیث صحیحین میں نقل نہیں ہوئی ہے۔" (۱)

سنن و مسانید لکھنے والوں، جسے امام احمد بن حنبل اور دیگر علماء کے اس حدیث کو اپنی کتب میں نقل کرنے کے باوجود ابن تیمیہ۔ اس بہانے کے ساتھ اس حدیث کو قبول نہیں کرتا کہ یہ صحیح بخاری اور مسلم میں نہیں آئی ہے۔

وہ چیز، جو سب سے پہلے ہر منصف انسان کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے، یہ ہے کہ صحیحین میں آئی ہوئی احادیث کے قطعاً الصدور ہونے پر اہل سنت کا اصرار ہے اور بخاری و مسلم کا نقل کرنا روایت کے قبول کرنے اور ان کا نقل نہ کرنا روایت کے رد کے جانے کی دلیل سمجھتے ہیں؛ اس کے باوجود جب وہ لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ان دو کتابوں میں ایسی کوئی حدیث موجود ہے جس سے شیعہ لوگ مقام استدلال میں فائدہ اٹھائیں گے تو انہماکی ڈھنڈائی کے ساتھ اس حدیث کو رد کرتے اور اسے غلط گردانتے ہیں۔

اسی لئے صحیح بخاری و مسلم میں نقل شدہ اس روایت کو کہ: "حضرت زہرا (ع)، ابو بکر سے ندامت ہو گئیں اور جب تک زندہ رہیں اس سے بات نہیں کی۔" تحفة الاثنا عشریہ کا مصنف باطل سمجھتا اور رد کرتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح صحیح بخاری کی شرح "ارشاد الساری" میں قسطلانی اور "الصواعق المحرقة" میں ابن حجر مکی، بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ۔  
 وہ زہری کی اس حدیث کو ضعیف شمار کرتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی (ع) نے چھ ماہ تک ابو بکر کی بیعت نہیں کی۔  
 یعنی بیہقی اس حدیث کی تضعیف کرتا ہے اور قسطلانی و ابن حجر اس تضعیف کو نقل کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث دونوں صحیح کتبوں  
 (مسلم و بخاری) میں موجود ہے۔

اس سلسلے میں حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے حدیث ثقلین کو کتاب  
 "العلل المتناہیة فی الاحادیث الواہیة"

میں درج کیا ہے جو ضعیف اور بے بنیاد احادیث کو اکٹھا کرنے کے لئے لکھی گئی تھی۔ حالانکہ حدیث ثقلین صحیح مسلم میں بھی  
 آئی ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے اس (ابو الفرج) پر نکتہ چینی کی ہے۔  
 واضح ہو گیا کہ احادیث کو قبول کرنے یا ٹھکرا دینے کا معیار اہل سنت کی مصلحتیں ہیں۔ جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی حدیث  
 ان کے اپنے اور ان کے فائدے میں ہے تو اس پر اعتماد کرتے اور صحیحین میں اس کی موجودگی کی وجہ سے اس کے صحیح ہونے پر  
 استدلال کرتے ہیں؛ لیکن اگر کوئی حدیث ان کے نقصان میں ہو اور ان کے عقیدتی مکتب اور مذہب کے ستون کو گرانے کا باعث ہو  
 تو اس حدیث کو ضعیف شمار کرتے یا خلاف حق سمجھتے ہیں اگرچہ کسی ایک صحیح یا دونوں میں نقل ہوگئی ہو۔

ظاہر ہے کہ احادیث کی تحقیق میں یہ طریقہ کار کوئی پسندیدہ روش نہیں ہے ، مفکرین اور صاحب فضیلت لوگ اس قسم کس کوئی روش کے حامل نہیں ہیں ۔ یہ لوگ اور ہر وہ شخص جو اپنے عقیدے کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر کے اس پر عمل پیرا ہوتا ہے اس طرح کا طریقہ کار نہیں لیتا۔

جب 'حدیث منزلت' کی باری آتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اصول اور علم کلام کے بعض علماء کھلم کھلا اس کی سند میں بحث اور جھگڑا کرتے ہیں، یا اس کی تضعیف کرتے ہیں اور اسے صحیح نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ حدیث دونوں صحیح کتابوں میں موجود ہے۔ ہم سوال کرتے ہیں: پس ان دونوں صحیح کتابوں کی تمام احادیث کے قطعی الصدور ہونے کی بات کہاں گئیں؟ اور اس مطلب پر آپ کے اصرار کا کیا معنی ہے؟

البتہ ہم خود بھی صحیحین کی احادیث کے قطعی الصدور ہونے کے معتقد نہیں ہیں بلکہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم کے سوا کوئی اور کتاب نہیں جس کے اول سے آخر تک صحیح ہو۔

لیکن ہمارا مخاطب وہ لوگ ہیں جو ان دونوں کتابوں کو صحیح سمجھتے ہیں ، ان سے انہی کی تصریحات کی بنیاد پر بات کرتے ہیں۔ بنا بر این گردشہ مطالب سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے ہاں کوئی پائیدار قاعدہ نہیں ہے جس کی ہمیشہ رعایت کس جائے اور اس کے لوازم کو قبول کیا جائے ۔ جو کچھ ہے وہ ان کے من کی چاہت ہے جس کو قاعدے کے عنوان سے مرتب کر کے اصل و اسرار قرار دیا ہے ۔ جب چاہتے ہیں تو ان قواعد کو کام میں لاتے ہیں اور جب ان کی طبیعت کے موافق نہ ہو تو ان کو یکسر بھلا دیتے ہیں ۔



## حدیث منزلت کے مزید متون

حدیث منزلت صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ اہل سنت کی دوسری مشہور و معروف کتب میں نقل ہو گئی ہے۔ ہم ان کے متن کو ذکر کریں گے کیونکہ ہر نقل اور ہر متن کی اپنی الگ ایک خصوصیت ہے جس میں اچھی طرح سے تامل کرنا چاہئے۔

### ابن سعد کی روایت

الطبقات الکبریٰ میں ابن سعد اس حدیث کو چند اسناد کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔

#### ۱۔ سعید بن مسیب سے متصل سلسلہ :

یہ وہی حدیث ہے کہ جو ہم نے صحیح مسلم سے نقل کی ہے۔ یہاں اس کی نقل اور مسلم کی سعید بن مسیب سے کی گئی نقل کے درمیان مقائمہ کرنے کا وقت ہے۔ سعید کہتا ہے : میں نے سعد بن مالک (وہی سعد بن ابی وقاص) سے کہا : میں چاہتا ہوں کہ تم سے کسی حدیث کے بارے میں پوچھوں ؛ لیکن یہ سوال کرتے ہوئے ڈر رہا ہوں۔

سعد نے کہا : بھتیجے ! ایسا نہ کر۔ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں کسی چیز سے آگاہ ہوں تو پوچھ لیا کرو اور مجھ سے مت ڈرو!

میں نے کہا : جب پیغمبر اکرم (ص) نے جنگ تبوک کے وقت علی (ع) کو مدینے میں اپنی جگہ چھوڑا تو علی (ع) سے کیا کہا ؟

طبقات کا مصنف کہتا ہے : سعد نے پوری حدیث اس کے لئے نقل کی۔<sup>(۱)</sup>

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں علی (ع) و اہل بیت پیغمبر (ع) کے بارے میں موجود حدیث ، صحابی رسول سے پوچھتے ہوئے ڈر لگتا اور خوف محسوس ہوتا تھا؟ اگر حدیث دوسروں کے بارے میں ہوتی تو پوری آزادی اور ارام و راحت کے ساتھ پوچھا جاتا تھا۔

۲۔ براء بن عازب اور زید بن ارقم سے متصل سلسلہ:

محمد بن سعد "الطبقات" میں دوسری بار اپنی اسناد کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن ارقم سے اس طرح نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

جب جنگ تبوک کا زمانہ آیا تو پیغمبر اسلام (ص) نے علی (ع) ابن ابی طالب (ع) سے فرمایا:

"انہ لا بدّ ان اقیم او تقیم"۔ ضروری ہے کہ میں مدینے میں رہوں یا آپ رہیں۔" (۱)

پیغمبر اکرم (ص) کے اس فرمان سے واضح ہوتا کہ مدینہ میں کچھ حادثات پیش آ رہے تھے یا بعض سازشیں جنم لے رہی تھیں۔ بعد والی حدیث میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔ اس وقت کی حساس صورتحال کا تقاضا یہی تھا کہ پیغمبر اکرم (ص) خود مدینہ میں رہیں یا حضرت علی (ع) رہیں؛ کیونکہ یہ کام کسی اور کے بس کا نہیں تھا۔

اور دوسری جہت سے جنگ تبوک میں پیغمبر اکرم (ص) کا شریک ہونا بھی ناگزیر تھا اس لئے امیر المؤمنین (ع) سے فرمایا :  
”اِنَّهٗ لَا بَدَّ اِنْ اَقِيْمَ اَوْ تَقِيْمَ“ -

ضروری ہے کہ میں مدینے میں رہوں یا آپ رہیں -

جب پیغمبر اکرم (ص) حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر تبوک تشریف لے گئے تو ایک گروہ نے ، بعض نے نقل کیا ہے قریش کا ایک گروہ اور بعض نے کہا ہے : کچھ منافقین ، نے اس طرح کہا:

”پیغمبر (ص) نے علی (ع) کو مدینے میں اس لئے چھوڑا ہے کہ اخصرت (ص)، علی (ع) کو پسند نہیں کرتے۔“

یہ بات امیر المؤمنین (ع) کے کانوں تک پہنچی تو آپ (ع) ، رسول اللہ (ص) کے پیچھے چلے گئے ، جب پیغمبر (ص) سے ملے تو حضور (ص) نے آپ سے فرمایا : ”اے علی (ع)! آپ یہاں کیوں چلے آئے؟“

جواب میں عرض کیا : اے رسول خدا (ص)! آپ کی مخالفت کا ہر گزارا وہ نہ تھا مگر کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مجھے مدینے میں اس لئے چھوڑا گیا ہے کہ آپ (ص) مجھے پسند کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم (ص) نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے :

”یا علی! اما ترضی ان تکون منی کھارون من موسیٰ الا انک لست بنبی؟ قال : بلی یا رسول اللہ! قال : فانہ کذالک“ -

اے علی (ع)! کیا یہ پسند نہیں کہ تم میرے لئے اسی طرح رہو جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون تھے، سوائے اس کے کہ تم

پیغمبر نہیں ہو؟“ عرض کیا : کیوں نہیں اے اللہ کے رسول (ص)! فرمایا : پس تم اسی طرح ہو۔“

## نسائی کی روایت

نسائی اس روایت کو "خصائص" میں یوں نقل کرتے ہیں :

لوگوں نے کہا: پیغمبر (ص)، علی (ع) سے تنگ آگئے ہیں اور اس کی ہمراہی سے متنفر ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ علی (ع) نے پیغمبر (ص) سے عرض کیا: قریش گمان کرتا ہے کہ چونکہ میری ہمراہی آپ (ص) پر گراں گزرتی ہے اور آپ (ص) کے ساتھ میرا رہنا آپ کے لئے ناپسند ہے اس لئے مجھے مدینے میں چھوڑ دیا ہے۔

پھر حضرت نے گریہ کیا، جب پیغمبر (ص) نے یہ دیکھا تو لوگوں کے درمیان پکار کر فرمایا :

"مامنکم احد الا و له خاصّة يابن ابى طالب! اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبىّ

بعدي"

تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے لئے کوئی چیز مختص نہ کرتا ہو۔ اے فرزند ابوطالب! کیا تم راضی نہیں ہو گے کہ۔

میرے لئے، موسیٰ کے لئے ہارون کی طرح ہو جاو سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں؟

امیر المؤمنین (ع) نے عرض کیا :

”رضیثُ عن اللہ وعن رسولہ۔

خداوند متعال اور اس کے پیغمبر (ص) کی جانب سے راضی ہوں۔ (۱)

”سیرہ ابن سید الناس“، ”سیرہ ابن قیم جوزیہ“، ”سیرہ ابن اسحاق“ اور بعض دوسرے مصادر کی نقل کے مطابقت حضرت

علی (ع) پر اعتراض کرنے والے لوگ، منافقین میں سے تھے۔ (۲)

بعض دوسرے متون میں لکھا ہے کہ لوگوں سے مراد قریش یا منافقین تھے، اس رو سے واضح ہو جاتا ہے کہ قریش کے درمیان

بھی منافقین موجود تھے یہ بات بڑی اہم ہے۔

### طبرانی کی روایت

طبرانی کی مجمع الاوسط میں حضرت علی (ع) سے نقل ہوا ہے کہ پیغمبر (ص) نے ان سے فرمایا:

”خلفتک ان تکون خلیفتی قلت: اتخلف عنک یا رسول اللہ؟ قال: الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من

موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی“۔

میں تمہیں اپنی جگہ چھوڑ رہا ہوں تاکہ میرے جانشین اور خلیفہ ہو جاؤ۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ص)! کیا آپ کے ساتھ نہ

رہوں؟ فرمایا: کیا راضی نہیں ہو کہ میرے لئے اسی طرح ہو جاؤ جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد

کوئی نبی نہیں؟ (۳)

اس حدیث کا یہ جملہ قابل غور ہے:

”خلفتک ان تکون خلیفتی“

میں تمہیں اپنی جگہ چھوڑ رہا ہوں تاکہ میرے جانشین اور خلیفہ ہو جاؤ۔

۱۔ خصائص نسائی: ۶۷، احادیث ۴۳، ۶۱، ۷۷

۲۔ عمیون الاثر: ۲ / ۲۹۳؛ زاد المعاد: ۳ / ۵۵۹۔ ۵۶۰؛ سیرہ ابن ہشام: ۲ / ۵۱۹۔ ۵۲۰

۳۔ مجمع الاوسط: ۳ / ۴۸۳، حدیث ۳۲۴۸

## سیوطی کی روایت

جلال الدین سیوطی ، جامع الکبیر میں اس روایت کو ایک گروہ سے نقل کرتا ہے ، جن میں ابن عجل بغدادی ، ابوبکر شیرازی کی کتاب القلب، حاکم میثاقوری کی الکنی اور بزرگ حافظان حدیث میں سے حسن بن بدر کی کتاب "مارواہ الخلفاء" شامل ہے۔

یہ سارے راوی ابن عباس سے نقل کرتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن عمر بن خطاب نے کہا: اب کسے بوسر علس ابن ابی طالب (ع) کے بارے میں بات نہ کریں؛ کیونکہ میں نے پیغمبر اکرم (ص) سے علی (ع) کے بارے میں تین باتیں سنی ہوئی ہیں کہ۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے ان تمام چیزوں سے بہتر ہوتی جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

ہم لوگ ( ابو بکر ، ابو عبیدہ بن جراح<sup>(۲)</sup> اور اصحاب پیغمبر میں سے ایک اور شخص) حضور (ص) کی خدمت میں تھے ، اب (ص)،

علی ابن ابی طالب (ع) سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، ایسے میں اپنے دست مبارک کو علی (ع) کے کندھے پر رکھا اور فرمایا :

"یا علی! انت اول المؤمنین ایماناً و اولہم اسلاماً، وانت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ ، و کذب من زعم انہ یحبتنی و یبغضک"

اے علی (ع)! تم پہلے مومن ہو جو ایمان لے لیا اور پہلے فرد ہو جو اسلام لایا ، تم میرے لئے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حیثیت موسیٰ کے لئے ہارون کی تھی ، اور وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو تم سے دشمنی رکھتا ہے اور مجھ سے محبت کرنے کا گمان کرتا ہے۔ "

## ابن کثیر کی روایت

ابن کثیر نے بھی یہ روایت اپنی تاریخ میں لکھی ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت علی (ع) سے فرمایا :

"او ما ترضیٰ ان تکون منیٰ بمنزلة ہارون من موسیٰ الا النبوة"

کیا راضی نہیں ہو کہ میرے لئے وہی ہو جاو جو موسیٰ کے لئے ہارون تھے، سوائے پیغمبری میں؟<sup>(۳)</sup>

۱۔ قابل توجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کیوں حضرت علی (ع) کے بارے میں باتیں کرتے تھے؟ اور کیا کچھ کہتے تھے؟ کیوں عمر ان لوگوں کو اب (ع) کے تذکرے سے منع کر رہا ہے؟ کیا یہ لوگ حضرت (ع) کو اچھے لفظوں سے یاد کرتے تھے؟ اور اب عمر انہیں اس کام سے روک رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ علی (ع) کے بارے میں بات نہ کریں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب مل جائے تو پوشیدہ حقائق سامنے آئیں گے۔ واضح رہے کہ مہاجرین میں سے انہی تین افراد نے سقیفہ برپا کیا تھا۔ ۳۔ البدایة

قابل ذکر ہے کہ ان روایات میں تین تعبیریں ذکر ہوئی ہیں :

۱۔ الا النبوة : سوائے پیغمبری میں ۔

۲۔ الا انک لست بنبی : سوائے اس کے کہ تم پیغمبر نہیں ہو۔

۳۔ الا انه لا نبی بعدی : سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

ظاہر ہے کہ ان تعبیروں کے درمیان بہت فرق پایا جاتا ہے ۔

ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے : اس کی سند صحیح ہے ؛ لیکن صحیح احادیث کی جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں اس کو نقل نہیں کیا گیا ہے ۔

اسی طرح ابن کثیر اپنی تاریخ میں معاویہ اور سعد کی حدیث کے ضمن میں نقل کرتا ہے کہ ایک روز معاویہ ایک گسروہ کے سامنے

علی (ع) کو برا بھلا کہہ رہا تھا!!]

سعد نے اس سے کہا : خدا کہ قسم! اس (علی (ع) کی تین خصوصیتوں میں سے اگر میں ایک کا بھی حامل ہوتا تو میرے لئے ان

تمام چیزوں سے بہتر تھا جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے ۔۔۔ پھر اس نے ان تین خصوصیات میں سے ایک کے طور پر "احادیث

منزلت" بیان کی۔<sup>(۱)</sup>

اہل سنت کے حافظین میں سے ایک حافظ زردی اسی حدیث کو نقل کرتا ہے ؛ مگر معاویہ کا نام لئے بغیر کہتا ہے : راویوں میں

ایک نے سعد سے پوچھا : کون سی چیز تمہیں علی (ع) کو برا بھلا کہنے سے روکتی ہے؟<sup>(۲)</sup>

---

۱۔ البدایة و النہایة: ۷ / ۳۴۰

۲۔ نظم درر السطین: ۱۰۷

ظاہر ہے کہ وہ معاویہ کا نام مخفی رکھنا چاہتا ہے تاکہ اپنی اور دوسروں کی آبرو بچ جائے۔

یہ واقعہ ، تاریخ مدینہ دمشق ، الصواعق المحرقة اور دوسرے مصادر میں یوں نقل ہوا ہے: کسی نے معاویہ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ اس نے کہا: علی (ع) سے پوچھو کہ وہ دانا تر ہے۔

پوچھنے والے نے کہا: اگر تم میرے سوال کا جواب دو تو علی (ع) کے جواب دینے سے بھی زیادہ مجھے پسندیدہ ہے۔ معاویہ نے کہا: تم نے بری بات کی! کیا واقعاً ایسے شخص سے ناخوش ہو کہ جسے پیغمبر (ص) نے اپنے علم سے مکمل طور پر سیراب کیا ہے! اور اس سے کہا ہے:

" انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی "۔

تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ "

جب بھی عمر کسی مشکل کو حل کرنے سے عاجز رہ جاتا تو اس (علی (ع)) سے استفادہ کرتا تھا۔ (۱)

تمام مختلف متون میں سے جس متن کو ہم نے منتخب کیا ہے اس کی الگ خصوصیت ہے کہ جسے دقیق نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

---

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱/۳۹۶، حدیث ۳۱۰ حضرت علی (ع) کے حالات زندگی؛ الریاض النضرۃ: ۳/ ۱۲۲ مناقب امام علی (ع)؛ ابن مغزی: ۳۴، حدیث ۵۲



میسرا حصہ:

حدیث منزلت کی دلائلوں پر ایک نظر

## حدیث منزلت کی دلائلیں

ہماری گفتگو کا دوسرا محور، حدیث منزلت کی دلائلیں ہیں۔ چنانچہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے کہ حدیث منزلت متعدد امور پر دلالت کرتی ہے ان میں سے ہر ایک امیر المؤمنین (ع) کی امامت پر مکمل دلیل ہے۔

## قرآن کی رو سے حضرت ہارون کا مقام

حدیث منزلت کی دلائلوں کی تحقیق کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم حضرت ہارون (ع) کے مقلات پر ایک نظر ڈالیں اور یہ جان لیں کہ حضرت موسیٰ کی نسبت سے آپ (ع) کیا مقام و مرتبہ رکھتے تھے؛ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ پیغمبر (ص) کس نسبت سے علی (ع) کس مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔

اس مطلب سے اشنائی کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید سے رجوع کر کے حضرت ہارون (ع) کے مقام و مرتبہ سے آگاہی حاصل کریں؛ کیونکہ قرآن مجید کی آیات میں ٹھیک طرح غورو خوض کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ جناب ہارون (ع) مندرجہ ذیل مقلات کے حامل تھے:

### ۱۔ نبوت

حضرت ہارون کا اولین مقام "پیغمبری" ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے:

"وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا"

اور ہم نے اپنی رحمت سے اس (حضرت موسیٰ) کو اس کا بھائی ہارون عطا کر دیا جو پیغمبر تھا۔<sup>(۱)</sup>

۱۔ مریم: ۵۳

۲۔ وزارت

حضرت ہارون (ع) کا دوسرا مقام 'وزارت' تھا۔ وزیر وہ ہوتا ہے جو امیر کی مسؤلیت کا بارگراں اپنے کندھوں پر اٹھائے اور اسے انجام دینے کا عہدہ سنبھالے۔ اس مقام کو خدائے متعال نے حضرت موسیٰ کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے خداوند متعال سے عرض کیا :

"وَاجْعَلْ لِي وَزِيْرًا مِّنْ اٰهْلِىْ هٰٓؤُنْ اٰخِي"

اور میرے لئے میرے خاندان سے میرا بھائی ہارون وزیر قرار دے۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح خداوند متعال، قرآن مجید میں اسی مقام کے بارے میں فرماتا ہے :

"وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗ اٰخَاهُ هٰارُوْنَ وَزِيْرًا"

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بھائی ہارون کو اس کا وزیر قرار دیا۔<sup>(۲)</sup>

سورہ قصص میں بھی ہارون (ع) کی وزارت کے بارے میں بات آگئی ہے ؛ وہاں حضرت موسیٰ کس زبان سے نقل ہو رہا ہے ، آپ (ع) فرماتے ہیں :

"وَ اٰخِي هٰارُوْنَ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسٰنًا فَاَرْسَلُهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِيْ"

اور میرا بھائی ہی ہارون کہ کس کی زبان مجھ سے زیادہ گویا ہے ، پس اسے میرے ہمراہ بھیج دے تاکہ میرا سرد گلا ہو اور میری

تصدیق کرے۔<sup>(۳)</sup>

۱۔ ط: ۳۹۔ ۳۰

۲۔ فرقان: ۳۵

۳۔ قصص: ۳۴

### ۳۔ خلافت و جانشینی

حضرت ہارون (ع) کے مقلد میں سے ایک حضرت موسیٰ کی خلافت و جانشینی ہے۔ خداوند اس مقام کو یوں بیان کرتا ہے :

"وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ"

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون (ع) سے کہا: قوم کے درمیان میرا جانشین بنے رہو اور ان (کے امور) کو اصلاح کرو اور فساد

پھیلانے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرو۔" (۱)

۶، ۴، ۵۔ اخوت و رسالت میں مشارکت ، مضبوط پشت پناہ

قرآن مجید کی رو سے حضرت ہارون (ع) کا چوتھا ، پانچواں اور چھٹا مقام ، آپ (ع) کا حضرت موسیٰ کے ساتھ اخوت کا رشتہ ہوا۔ رسالت میں جناب موسیٰ کے ساتھ شریک ہونا اور ان کے لئے ایک پشت پناہ ہونا ہے۔ حضرت موسیٰ نے خیرا و نیر متعال سے اس طرح دعا فرمائی:

"وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَ أَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي"

اور میرے لئے میرے خاندان سے ایک وزیر قرار دے ، میرے بھائی ہارون کو ، اور اسے میرے لئے ایک مضبوط پشت پناہ قرار

دے اور میرے کام میں شریک فرما۔" (۲)

۱۔ اعراف: ۱۴۲

۲۔ طہ: ۳۱-۳۲

## حضرت علی (ع) کے مقام و منزلت پر ایک نظر

حدیث منزلت کے مندرجات کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے اپنے اس فرمان کے ذریعے نبوت و پیغمبری کے علاوہ، جناب ہارون (ع) کے وہ تمام مقالت حضرت امیرالمومنین (ع) کی شان میں ثابت کر دیا ہے جنہیں قرآن مجید نے حضرت ہارون (ع) کے لئے ثابت کیا ہے۔

حضور (ص) نے اس حدیث میں ہارون کے تمام مناصب کو مطلق بیان فرمایا ہے؛ لیکن منصب پیغمبری کو استثناء فرمایا ہے؛ کیونکہ۔  
ضرورت یہ کہتی ہے کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔

اس بنا پر پیغمبری کے علاوہ حضرت ہارون (ع) کے لئے ثابت شدہ تمام مناصب حضرت علی (ع) کے لئے بھی ثابت ہو جائیں گے۔  
اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ:

امیر المومنین (ع) اور حضرت ہارون (ع) کے معمولی منازل اور مقالت میں واحد فرق یہی ہے کہ علی (ع)، پیغمبر نہیں ہیں؛  
لیکن آپ (ع) نے اپنی بعض خصوصیات اور اوصاف "خطبہ قاصعہ" میں یوں بیان فرمایا ہے:

”وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ، وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ: وَضَعَنِي فِي حِجْرِهِ وَأَنَا وَلَدٌ، يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ، وَيَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ، وَيُحْسِنِي جَسَدَهُ، وَيَشْمُنِي عَرَفَهُ، وَكَانَ يَمْضَعُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ، وَمَا وَجَدَ لِي كَذِبَةً فِي قَوْلٍ، وَلَا حَظْلَةً فِي فِعْلٍ، وَلَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِمِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيمًا أَعْظَمَ مَلِكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ، يَسْأَلُكَ بِهِ طَرِيقَ الْمَكَارِمِ، وَحَاسِنَ أَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهُ وَنَهَارُهُ، وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ أَتْبَاعَ الْفَصِيلِ أَتْرَ أُمَّهُ، يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ، عَلَمًا، وَيَأْمُرُنِي بِالْإِقْتِدَائِ بِهِ وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءِ فَأَرَاهُ، وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي، وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْنْتُ وَاحِدٌ يَوْمَعِدٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَحَدِيحَةَ وَأَنَا نَالِئُهُمَا۔“

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ (ص) سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا! میں بچہ ہی تھا کہ رسول (ص) نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ (ص) کسی چیز کو چہلاتے پھرتے اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ (ص) کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ (ص) کے ساتھ لگا دیا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا، اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اوٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کس پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ (ص) اور (ام المؤمنین) خدیجہ (ع) کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا۔

یہ حصہ خصوصی طور پر دیکھئے کہ حضرت فرماتے ہیں :

”أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرَّسَالَةِ، وَأَشْمُ رِيحَ النَّبُوءَةِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

،فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هَذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: هَذَا الشَّيْطَانُ قَدِ آيَسَ مِنْ عِبَادَتِهِ-

میں رسالت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ (ص) پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں

نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ص) یہ آواز کیسی ہے؟ آپ (ص) نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجا جانے سے مایوس ہو گیا۔

ہے۔“

اب حضرت علی (ع) کے بارے میں پیغمبر (ص) کے مندرجہ ذیل فرمان پر غور کریں! فرماتے ہیں :

”إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ وَلَكِنَّكَ لَوْزِيرٌ وَإِنَّكَ لَعَلِيَّ حَيْرٌ- (اے علی (ع)! جو میں

سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو؛ بلکہ (میرے) وزیر اور جانفشین

ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔“ (۱)

ان جملوں پر توجہ کی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث پیغمبر اور "خطبہ قاصحہ" میں امیر المومنین (ع) کے فرامین کے ساتھ آیات قرآن کس طرح ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ امام علی (ع)، پیغمبر نہیں؛ لیکن وحی و رسالت کے نور کو دیکھا اور خوشبوئے رسالت کو سونگھا ہے۔

اب ہم پوچھیں گے کہ: کیا امیر المومنین (ع) کا یہ مقام و منزلت پیغمبر خدا (ص) کے دوسرے اصحاب کے مقام و منزلت سے قابل مقاسمہ ہے؟

پس کیوں بعض لوگ کچھ خالی خیالی فضائل کو اس بلند مقام و مرتبے پر برتری دینا چاہتے ہیں؟

حضرت علی (ع)، پیغمبر نہیں؛ لیکن وزیر ہیں۔ کون سی شخصیت کا وزیر؟

اس پیغمبر کا جو اشرف المرسلین، تمام پیغمبروں سے بزرگوار ترین، شریف ترین اور خداوند سبحان کی ان سب سے نزدیک ترین ہیں۔

اس بنا پر ایسی شخصیت کا وزیر ہونا حضرت موسیٰ کی وزارت سے کافی حد تک مختلف ہے؛ اس لحاظ سے ہارون کہاں اس مقام و مرتبے تک پہنچ سکتا ہے؟

اس وقت ہماری بات ہارون (ع) پر علی (ع) کی برتری کے بارے میں نہیں ہے؛ بلکہ اس بارے میں ہے کہ رسول خدا (ص) کس خلافت کا مستحق علی (ع) ہیں یا ابو بکر؟



## بعثت کی بھراء اور حضرت علی (ع) کی وزارت

حضرت علی (ع) کی وزارت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے ایک حدیث ”حدیث الدار“ ہے۔ وہیں دن کہہ جس میں پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی بعثت کے آغاز میں قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے فرمایا: ”فایکم یوازرنی علی امری هذا؟“ تم میں سے کون اس کام میں میرا وزیر بنو گے؟

امیر المؤمنین (ع) نے عرض کیا: ”انا یا نبی اللہ! اکون وزیرک علیہ“ میں ، اے اللہ کے رسول (ص)! اس مسئولیت میں ، میں آپ (ص) کا وزیر بنوں گا۔

پیغمبر (ص) نے فرمایا:

”انّ هذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا۔ بے شک یہ میرے بھائی ، وصی اور تمہارے درمیان میرے جانشین ہیں ، پس اس کی بات پر کان دھرو اور اس کی اطاعت کرو۔“ (۱)

---

۱۔ تفسیر بغوی: ۴/۲۷۸ - نیز دوسرے مصادر۔

حلبی ، ہنی سیرہ میں اس واقعے کو یوں نقل کرتا ہے :

اس وقت علی (ع) نے اہلگی کا اظہار کیا تو پیغمبر (ص) نے اس سے فرمایا :

”اجلس! فانك اخی و وزیرى و وصیى و وارثى و خلیفتى من بعدى۔ بیٹھ جا! تو میرا بھائی، وزیر ، وصی ، وارث اور

میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔“ (۱)

## علی (ع) کی وزارت اور پیغمبر (ص) کی دعا

تاریخ مدینہ دمشق، المرقاة، الدر المنثور اور ریاض الحضرة لکھنے والوں نے یہ روایت ابن مردویہ، ابن عساکر، خطیب بغدادی اور دوسروں سے نقل کی ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ نے رسول خدا (ص) کو درگاہ الہی میں یہ عرض کرتے ہوئے سنا:

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَقُوْلُ کَمَا قَالِ اِخِیْ مُوْسٰی: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ اِخِیْ عَلِیًّا، اَشَدُّدَ بَہِ اِزْرِیْ وَ اَشْرَکَہِ فِیْ اَمْرِیْ

کی نسبتِ حک کثیراً و نذکرک کثیراً، اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا۔ خداوند! میں تجھ سے وہی کہوں گا جو میرے بھائی موسیٰ نے کہا۔

تھا: خدایا!

میرے لئے میرے خاندان سے ایک وزیر قرار دے میرے بھائی علیؑ کو، اس کے ذریعے میری پشت کو مضبوط بنا، اسے میرے کام میں شریک فرما تاکہ زیادہ تیری تسبیح کروں اور زیادہ تیری یاد میں رہوں، بے شک تو ہمیں دیکھنے والا ہے۔“ (۱)

---

۱۔ تاریخ مدینة دمشق: ۱۳۰/۱-۱۳۱، حدیث ۱۳۷، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی۔ الدر المنثور: ۵/۵۶۶؛ الریاض الحضرة: ۱۱۸/۳

## مخصوص منزلت

امیر المؤمنین (ع)، پیغمبر اکرم (ص) کی نسبت سے ایک مخصوص مقام کے حامل ہیں جو آپ (ع) نے اپنے فصیح و بلیغ خطبے میں بیان فرمایا ہے: "تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ (ص) سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔"

یہ وہی قریبی رشتہ ہے جو موسیٰ و ہارون (ع) کے واقعے میں حضرت موسیٰ نے خداوند عالم سے طلب کرتے ہوئے عرض کیا: "وَاجْعَلْ لِي وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰؤَؤْنَ اٰخِي - اور میرے لئے میرے خاندان سے ایک وزیر قرار دے، میرے بھائی ہارون کو۔" اسی وجہ سے، جیسا کہ بعد میں بیان کریں گے، پیغمبر (ص) نے اپنی اور علی (ع) کی برادری کا اعلان کرتے وقت حدیث منزلت ذکر فرمائی۔

## مخصوصی برتری

امیر المؤمنین (ع) کی خصوصیات ان باتوں سے کہیں بلند ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِی كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهَاجِرِيْنَ - اور کتاب اللہ کی رو سے رشتے دار آپس میں مومنین اور مہاجرین سے زیادہ حقدار ہیں۔" (۱)

یہ تین خصوصیات (ایمان ، ہجرت اور قرابت) حضرت علی (ع) کے سوا کسی پر منطبق نہیں ہو سکتیں۔ اس بناء پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر (ص) کے بعد خلافت و ولایت کے مضبوط پايوں میں سے ایک پایہ نزدیکی رشتہ ہونا ہے۔

فخر رازی نے مذکورہ لیت کی تفسیر میں محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ (فرزند امام حسن (ع) ) کے ، جو عالم و فاضل اور قرآن کریم سے آشنا شخص تھے، استدلال کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جناب محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ نے عباسی خلیفہ منصور کو لکھے گئے ایک خط میں اسی لیت سے استدلال کیا ہے۔

منصور نے ان کے جواب میں لکھا: پیغمبر (ص) کی نسبت ، علی (ع) سے زیادہ عباس حقدار ہے ؛ کیونکہ عباسؓ ، آنحضرت (ص) کے چچا جبکہ علی (ع) ، چچا کے بیٹے ہیں۔

فخر رازی ، اگرچہ عباسی نہیں ہیں ؛ لیکن اس نے عباسیوں کے دعویٰ کو قبول کیا ہے۔ اس کا یہ عمل بنی عباس سے دوستی کی وجہ سے نہیں ؛ بلکہ بخاطر ---!

البتہ خود فخر رازی کو بخوبی علم ہے کہ عباس اگرچہ حضور پاک (ص) کے چچا ہیں ؛ لیکن مہاجرین میں سے نہیں ہیں ؛ کیونکہ وہ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے ہیں اور پیغمبر فرما چکے تھے کہ فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں ہے۔ اس بناء پر مہاجرین میں سے واحد شخص جو حضور (ص) کا قریبی رشتہ ہے وہ تنہا علی (ع) کی ذات گرامی ہے۔

انصاف کی رو سے دیکھا جائے کہ پیغمبر (ص) کے اصحاب میں علی (ع) کے علاوہ مومن اور مہاجر بہت سارے ہیں ؛ لیکن ان میں سے کوئی بھی رسول خدا (ص) کا قریبی نہیں ہے۔ فقط عباس رہ جاتا ہے ؛ لیکن وہ مہاجر نہیں ہے پس یہ لیت علی (ع) کے سوا کسی اور پر قابل انطباق نہیں ہے۔

قابل ذکر ہے کہ رازی اس مقام پر عباسیوں اور منصور عباسی سے موافقت کر لیتا ہے ؛ جبکہ ہاشمیوں اور علویوں کی مخالفت کرتا ہے تاکہ ، بزعم خود ، اس لیت سے امیر المومنین (ع) کی امامت پر استدلال نہ کیا جاسکے ۔

بناء برہن ، ایہ شریفہ ”اولوا الارحام“ آپ (ع) کی امامت پر ایک اور دلیل ہو جائے گی اور یہیں سے اشکار ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین (ع) کا اس لیت سے استدلال کرنا اور قرابت کا مسئلہ اٹھانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لیت امامت و ولایت کے مسئلے میں دخل رکھتی ہے ۔

اس کے علاوہ یہ کہ عباس نے غدیر خم میں آپ (ع) کی بیعت کی اور اسی بیعت پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کی بیعت نہیں کسی اور ماجرائے سقیفہ کے وقت جناب امیر المومنین (ع) کی خدمت میں آکر آپ (ع) کی تجدید بیعت کرنا چاہی۔ اس لحاظ سے عباسؓ ، پیغمبر (ص) کے بعد امامت و خلافت کے مستحق نہ تھے ۔

### امور میں شرکت

ایک مقام جو کسی اور لیت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ موسیٰ نے جب خدا سے چاہا کہ ہارون (ع) کو ان کے کاموں میں شریک کر دے تو عرض کیا :

(وَأَشْرِكُهُ فِي أَمْرِي) اور اسے میرے کام میں شریک قرار دے ۔<sup>(۱)</sup>

یعنی ہارون (ع) ان تمام مسؤلیتوں اور تمام مناصب و مقالمت میں شریک تھے جو حضرت موسیٰ کو دیئے گئے تھے۔ اس حدیث کے تحت یہ مقام امیر المومنین (ع) کے لئے ثابت ہوگا اور آپ (ع) پیغمبری کے علاوہ تمام امور میں پیغمبر اکرم (ص) کے پاور ہوں گے۔ اس بناء پر پیغمبری کے علاوہ ہر منصب و مقام میں امیر المومنین (ع) پیغمبر خدا (ص) کے شریک ہوں گے۔

رسول خدا (ص) کی ایک ذمہ داری قرآن کریم کی تعلیم دینا اور اس کی تفسیر کرنا تھا؛ جیسا کہ فرما رہا ہے :

(وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ) اور ہم نے قرآن آپ پر نازل کیا تاکہ۔ آپ لوگوں

کے لئے ان کی طرف جو کچھ اتارا گیا ہے اسے روشن کر دیں اور شاید یہ لوگ غور کریں۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح آنحضرت (ص) کو حکمت عطا کی گئی ہے :

(وَأَنْزَلْنَا اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ) اور خدا نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی ہے۔<sup>(۲)</sup>

نیز قرآن مجید کے مطابق آنحضرت (ص) کی ایک ذمہ داری ، اختلافات اور تنازعات کے موقع پر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے :

(لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ ) تاکہ اللہ ان کے لیے وہ بات واضح طور پر بیان کرے جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے

ہیں۔<sup>(۳)</sup>

اسی طرح آپ (ص) ، لوگوں پر حاکم تھے :

(إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل

کی ہے تاکہ جیسے اللہ نے آپ کو بتایا ہے اسی کے مطابق لوگوں میں فیصلے کریں۔<sup>(۴)</sup>

۱۔ نحل: ۴۴

۲۔ نساء: ۱۱۳

۳۔ نحل: ۳۹

۴۔ نساء: ۱۰۵

اور ایک جہت سے پیغمبر (ص) لوگوں پر خود ان سے زیادہ برتری رکھتے ہیں اور آپ (ص) کا حکم سب لوگوں پر نافذ ہے :

( النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ )۔ نبی مومنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے۔۔۔۔ (۱)

ان تمام مقلات اور دیگر مناصب میں جو قرآن ، پیغمبر (ص) کے لئے ثابت کرتا ہے امیر المومنین (ع) ، پیغمبر (ص) کے شریک نہیں اور آپ (ع) خود ان مقلات کے حامل ہوں گے ۔

ایک مختصر جملے میں یہ کہ حضرت علی (ع) ، نفس پیغمبر (ص) ہیں اور نبوت کے علاوہ تمام مقلات و کمالات میں پیغمبر (ص) کے ساتھ شریک ہیں ۔ یہ وہ نکتہ ہے جو پیغمبر اکرم (ص) نے روز مباہلہ اپنی جان اور نفس کے طور پر علی (ع) کا تعارف کرا کے بیان فرمایا ہے :

( فَعَلَّ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ) ۔ تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائے

ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی خواتین کو بلائے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلائے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ

۔۔۔ (۲)

اس بناء پر امیر المومنین (ع) تمام مومنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان پر آپ (ع) کا حکم نافذ ہے ۔

آپ (ع) ہی قرآن کے مفسر و مبین ، احکام کو بیان کرنے والے، مطلق حاکم اور اختلافات کے وقت مرجع ہوں گے ۔

۱۔ احزاب: ۶

۲۔ آل عمران: ۶۱



اب کیا ایسے شخص کے ہوتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی اور پیغمبر (ص) کا جانشین ہوگا؟  
 کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ ایسے شخص کو کندے لگا دیا جائے اور ایک ایسے کو خلیفہ بنا دیا جائے جو ذرہ برابر ان مقلدات کا حامل  
 نہیں ہے اور اس نے ان مقلدات کی خوشبو تک نہیں سونگھی ہے؟  
 پیغمبر اکرم (ص) کے بعد امیر المؤمنین (ع) کی موجودگی گویا خود پیغمبر (ص) کی موجودگی ہے کہ وہ جان پیغمبر (ص) اور آپ (ص)  
 کے شریک کا تھے۔

### پیغمبر اکرم (ص) کی پشت پناہی

حضرت موسیٰ نے خدا سے جن چیزوں کی درخواست کی تھی، ان میں ایک حضرت ہارون (ع) کے ذریعے اپنی پشت پناہی کی دعا تھی  
 : (اشدُّ بِهِ أَزْرِي) - اسے میرا پشت پناہ بنا دے! (۱)  
 خدا نے بھی آپ (ع) کی دعا قبول کی اور فرمایا: (سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ) عنقریب ہم آپ کے بھائی کے ذریعے آپ  
 کے بازو مضبوط کریں گے۔ (۲)

اس بارے میں مروی روایات کے علاوہ مندرجہ بالا آیت ہی کی بنا پر پیغمبر (ص) کی پیشینبانی کا مرتبہ حضرت علس (ع) سے مخصوص ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حتم رسالت کا بوجھ پیغمبر خاتم (ص) کے کندھوں پر رکھا گیا ہے ، یہ تمام مسؤلیتوں سے بہت بڑی اور بہت بھاری مسؤلیت تھی اور پیغمبر گرامی اسلام (ص) کے سوا کوئی اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا ۔  
جیسا کہ ذکر شدہ احادیث میں گزر گیا کہ پیغمبر اکرم (ص) نے دعا فرمائی کہ امیر المؤمنین (ع) اس بڑی مسؤلیت کے سلسلے میں اپ (ص) کا پشت پناہ اور قوی بازو بن جائے ۔

لیکن واضح ہے کہ پیغمبر خاتم (ص) کی پشت پناہی اور حضرت موسیٰ کی پشت پناہی ، بہت ہی مختلف ہے اور یہ اختلاف اس اختلاف کے مطابق ہے جو ان حضرات کے مقام و مرتبے میں ہے ۔

### امور کی اصلاح و درستگی

ساتواں مرتبہ، جو آیت سے استفادہ ہوتا ہے ، امور کی اصلاح اور درستگی ہے۔ خداوند متعال ، حضرت موسیٰ کی زبان سے فرماتا ہے کہ۔ انہوں نے خدا سے عرض کیا :

(وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ هَاؤُنْ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ ) ۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میری قوم میں میری

جانشینی کرنا اور اصلاح کرتے رہنا۔<sup>(۱)</sup>

چنانچہ ہارون (ع)، امت موسیٰ کے مصلح تھے اور آپ (ع)، حضرت موسیٰ کی جگہ پر اس کی امت کے امور کس اصلاح اور انہیں منظم کرتے تھے۔ اس امت میں یہ مقام علی (ع) ابن ابی طالب (ع) کے حوالے کیا گیا ہے۔ آپ (ع) کو امت پیغمبر (ص) کے امور کی اصلاح و راستگی کرنا ہے، فتنوں کے آگے کھڑے ہو کر روکنا ہے اور گمراہی و انحرافات سے لوگوں کو بچا کر رکھنا ہے۔ یہ واضح ہے کہ جو شخص ہر کام میں مطلقاً مصلح (اصلاح کرنے والا) ہو تو حتماً اسے ہر حال میں صالح (اصلاح شدہ) ہونا چاہئے؛ اسی طرح جو مطلقاً ہر شعبے میں مصلح ہو اسے چاہئے کہ ہر چیز کی خوبی و برائی سے خوب آگاہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اصلاح کے نام پر برائی کی ترویج کر بیٹھے۔

اس لحاظ سے یہ مقام، امیر المومنین (ع) کی عصمت اور علم لدنی کا اقتضا کرتا ہے۔

### علم و انگی

ہارون (ع) کی منزلتوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپ (ع) حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں سے دانائز اور آگاہ ترین فرد تھے۔ اور حضرت علی (ع) کے ہارون (ع) کی جگہ لینے سے یہ مقام آپ (ع) کے لئے بھی ثابت ہو جانا چاہئے۔ آپ (ع) نے خطبہ قاصمہ میں اس فضیلت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

”كُنْتُ أَتْبَعُهُ أَتْبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرِ أُمَّهِ، يَنْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ، عَلَمًا، وَيَأْمُرُنِي بِالْإِقْتِدَائِ بِهِ - میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جسے اونٹنی کا سچا پتہ ہوتی ہے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔“ (۱)

ایک اور خطبے میں ، جبکہ بات غیب کی ہوئی ہے ، آپ (ع) فرماتے ہیں :

”فَهَذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ وَ مَا سِوَى ذَلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ نَبِيَّهُ فَعَلَّمَنِيهِ وَ دَعَا لِي بِأَنْ يَعْبَهُ

صَدْرِي وَ تَضَطَّمَّ عَلَيَّ جَوَانِحِي۔ یہ وہی علم غیب ہے جو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور (خدا نے جو علم اپنے لئے مختص کیا۔

ہے) اس کے علاوہ باقی وہ علم ہے کہ جو خدا نے پیغمبر (ص) کو سکھایا ہے ، پھر آنحضرت (ص) نے مجھے اس کس تعلیم دی ہے اور

میرے لئے دعا فرمائی ہے کہ میرے سینے میں اس کی گنجائش ہو جائے اور میرے اعضاء و جوارح اس سے پر ہو جائے۔“ (۱)

آپ (ع) کی علمیت اور آگاہی ایک طرف سے اسی خطبہ قاصعہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہے جس میں خود آپ (ع) نے آنحضرت (ص)

سے نقل فرمایا ہے کہ حضور (ص) نے آپ (ع) سے فرمایا :

”إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَ تَرَى مَا أَرَى۔ (اے علی (ع)!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی

دیکھتے ہو۔“ (۲)

ایک اور مقام پر پیغمبر اکرم (ص) ، امیر المومنین (ع) سے فرماتے ہیں :

”أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَاهِجَا فَمَنْ أَرَادَ الْمَدِينَةَ فَلْيَأْتِهَا مِنْ بَاهِجَا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی (ع) اس کا دروازہ ہیں پس جو

اس شہر میں آنا چاہے اس پر لازم ہے کہ دروازے سے آئے۔“ (۳)

۱۔ نوح البلاغہ: خطبہ ۱۲۸

۲۔ نوح البلاغہ: خطبہ ۱۹۳، قاصعہ

۳۔ تاریخ الخلفاء: ۱۳۵؛ المعجم الکبیر: ۱۱/۶۵ ، ح ۱۰۶۱؛ مجمع الزوائد: ۹/۱۱۴

یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جو امیر المومنین (ع) کی امامت کو ثابت کرتی ہیں۔ اس حدیث کے لئے الگ ہمس بحث منحص کر دینا چاہئے تاکہ اس کی اسناد و دلالت کی تحقیق و جستجو کی جائے اور اس کو رد کرنے کے لئے مخالفین کی طرف سے کی جانے والی کوششوں، جھوٹے پروپیگنڈوں، تحریفوں اور ان کی خیانتوں سے پردہ اٹھایا جائے۔

لیکن یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد ہارون (ع) سب سے داتا تر تھے۔ بطور نمونہ مندرجہ ذیل آیت کے ضمن میں کتب تفاسیر سے رجوع فرمائیں! خداوند متعال قارون کی زبانی نقل فرماتا ہے:

(قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي) - قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھے حاصل ہے۔<sup>(۱)</sup>

مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں یہ تصریح کی ہے کہ ہارون (ع) حضرت موسیٰ کے سوا تمام بنی اسرائیل سے داتا تر تھے۔<sup>(۲)</sup>

---

۱۔ قصص: ۷۸

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر بغوی: ۳۵۷ / ۲؛ تفسیر جلالین: ۲۰۱ / ۲۔ اور دوسری تفسیریں

## مقام عصمت

حدیث شریف سے معلوم ہونے والا نواں مقام "مقام عصمت" ہے۔ واقعاً کیا کسی کو حضرت ہارون (ع) کی عصمت میں شک ہے؟ اس حدیث میں پیغمبر (ص) نے علی (ع) کو ہارون (ع) کی طرح اور ان کی منزلت پر قرار دیا ہے۔ ایک طرف سے کسوں ایک صحابی نے مقام عصمت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی حضرت علی (ع) کے سوا کسی صحابی کو عصمت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

ساتویں مقام کی توضیح میں ہم کہہ چکے ہیں کہ کوئی بھی تمام امور میں مصلح نہیں ہوتا مگر یہ کہ خود تمام امور میں صالح ہو۔ اب اس مقام کی توضیح میں چند سوالات درپیش ہیں۔

کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ پیغمبر (ص) کے بعد معصوم کی موجودگی میں کوئی غیر معصوم شخص، امام بن جائے؟

کیا عقل انسانی تسلیم کرتی ہے کہ معصوم کی موجودگی میں غیر معصوم، خدا اور مخلوقات کے درمیان واسطہ بن جائے؟

کیا عقل کی رو سے صحیح ہے اور کیا عقلاء اجازت دیتے ہیں کہ معصوم کی موجودگی میں غیر معصوم کی پیروی کی جائے؟

جی ہاں! امیر المؤمنین (ع) خطبہ قاصعہ میں اسی مقام عصمت کی جانب اشارہ فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں رسالت و وحی کے نور کو دیکھتا ہوں اور نبوت و پیغمبری کی خوشبو کو استشمام کرتا ہوں۔

حقیقتاً کیا یہ معقول طرز عمل ہے کہ ایسے انسان کو کنارے لگا دیا جائے اور ایسے کی پیروی کی جائے جس کو اس منزلت سے تھوڑا سا حصہ بھی نہ ملا ہو؟

واضح ہے کہ ہمارے پیغمبر (ص) جو کچھ دیکھتے اور سنتے تھے وہ گزشتہ انبیاء کے دیکھنے اور سننے سے بہت بالا تر اور با اہمیت تھا۔ پس امیر المؤمنین (ع) ہر وہ چیز سنتے تھے جو ہمارے پیغمبر (ص) سنتے اور ہر وہ دیکھتے جو ہمارے پیغمبر (ص) دیکھتے تھے۔ یہ نکتہ۔ بیشتر غور و فکر کا مستقاضی ہے۔

### مقام طہارت و پاکیزگی

دسویں منزلت ، طہارت و پاکیزگی کی منزلت ہے۔ خدائے متعال نے مسجد الاقصیٰ کے بارے میں جناب ہارون (ع) کے لئے وہ چیزیں حلال کر دیں جو دوسروں کے لئے حلال نہ تھیں ، حدیث منزلت کی رو سے یہ فضیلت و خصوصیت بھی امیر المؤمنین (ع) اور اہل بیت (ع) کے لئے موجود ہونا چاہئے ، اور یہ اپ (ع) اور اہل بیت (ع) کی ایک ایسی خصوصیت ہوگی جو ان بزرگواروں کو دوسروں سے ممتاز کرے گی اور یہ ہستیاں اس جہت سے دوسروں سے برتر ہوں گی۔

جو فضیلت جناب ہارون (ع) کے لئے ثابت تھی وہ امیر المؤمنین (ع) کے لئے اثبات کرنے کے لئے احادیث میں بہت سارے شواہد

ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث "سد الابواب" ہے؛ ایسی حدیث جو شیعہ سنی مورد اتفاق روایات میں مختلف عبارتوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ یہاں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے بعض احادیث کی طرف اشارہ کریں گے۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں یوں نقل کرتے ہیں: ایک دن رسول خدا (ص) نے ایک خطبہ دیا اور اس طرح ارشاد فرمایا:

"ان الله امر موسى و هارون ان يتبوا لقومهما بيوتا ، و امرها ان لا يبیت فی مسجدہما جنب ، ولا یقربوا فیہ النساء الا ہارون و ذریتہ ، ولا یحلّ لاحد ان یقرب النساء فی مسجدی ہذا ولا یبیت فیہ جنب الا علی و ذریتہ۔ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے لئے گھروں کا انتخاب کریں اور انہیں حکم دیا کہ کوئی بھی موسیٰ و ہارون کی مسجد میں جنابت کی حالت میں رات نہ گزارے اور کوئی مسجد میں عورتوں سے مقابرت نہ کرے سوائے ہارون اور اس کی ذریت کے۔ اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ میری اس مسجد میں عورتوں سے مقابرت کرے اور حالت جنابت میں یہاں رات بسر کرے، سوائے علی (ع) اور اس کی ذریت کے۔" (۱)

اس حدیث کو سیوطی نے بھی در منثور میں بتاریخ ابن عساکر سے نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ تاریخ مدینة دمشق: ۱/۲۹۶، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی



مجمع الزوائد میں ہے کہ علی (ع) نے فرمایا: پیغمبر (ص) نے میرا ہاتھ تھلا اور فرمایا:

”انّ موسیٰ سال ربہ ان یطہّر مسجده بھارون و انّی سالت ربّی ان یطہّر مسجدی بک و بذریّتک۔ موسیٰ نے اپنے پروردگار سے چاہا تھا کہ اس کی مسجد کو ہادون (ع) کے لئے پاک فرما دے اور میں نے اپنے پروردگار سے چاہا ہے کہ میری مسجد کو تمہارے اور تمہاری ذریت کے لئے پاک قرار دے۔“

اس وقت پیغمبر اکرم (ص) نے کسی کو ابوبکر کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ تم نے جو دروازہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف کھولا ہے اسے بند کرو۔

ابوبکر نے کہا: ”انا لله و اتا الیہ راجعون“، پھر کہا: بن لیا اور اطاعت کی۔ اسی وقت گھر کے دروازے کو مسدود کر دیا۔ پھر حضور اکرم (ص) نے کسی کو عمر اور ابن عباس کے ہاں اسی فرمان کے ساتھ بھیجا۔

اس موقع پر آپ (ص) نے فرمایا: ”ما انا سددت ابوابکم و فتحت باب علیّ، ولكنّ الله فتح باب علیّ و سدّ ابوابکم۔ میں نے تمہارے گھروں کے دروازے بند نہیں کئے اور علی (ع) کا دروازہ کھلا نہ چھوڑا؛ بلکہ خدا نے علی (ع) کے گھر کا دروازہ کھلا چھوڑا اور تمہارے دروازے بن کر دیئے۔“ (۱)

یہ واقعہ دوسری بار مجمع الزوائد ، کنز العمال اور دیگر منابع میں کسی اور صورت میں نقل ہوا ہے ۔ مجمع الزوائد میں ذکر ہوا ہے کہ: جب پیغمبر اکرم (ص) نے تمام اہل مسجد کو نکال باہر کر دیا اور علی (ع) کے دروازے کے سوا مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرا دیئے تو لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں ، لوگ اعتراض کرنے لگے ، حضور اکرم (ص) کو اس اعتراض کسی خبر ہوئی تو آپ (ص) نے فرمایا :

”ما انا اخرجتکم من قبل نفسی ولا انا ترکته، ولكن الله اخرجکم و ترکه ، انا انا عبد مامور ، ما امرت به فعلت، ان اتبع الا ما یوحی الی۔ میں نے خود ہی سے تمہیں مسجد سے باہر نہیں نکالا اور علی (ع) کو اپنے حال پر باقی نہ رکھا ، بلکہ خداوند متعال نے تمہیں خارج کر دیا اور علی (ع) کے دروازے کو ہنسی حالت پر چھوڑ دیا ۔ میں تو فقط ایک مامور ہوں ، جس چیز کا مجھے حکم دیا جاتا ہے میں انجام دیتا ہوں ، میں فقط مجھ پر ہونے والی وحی کی پیروی کرتا ہوں ۔“ (۱)

۱۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۱۵؛ کنز العمال: ۱۱ / ۶۰۰، حدیث ۳۲۸۸۷

دوسرے مصادر نے بھی اس واقعے کو نقل کیا ہے؛ احمد بن حنبل کی "مسند" اور "السنن" ، حاکم نیشاپوری کس "المستدرک" ، مجمع الزوائد ، تاریخ مدینہ دمشق اور دوسرے مصادر میں زید بن ارقم سے نقل ہوا ہے کہ وہ کہتا ہے:

"اصحاب پیغمبر (ص) میں سے ایک گروہ کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے، ایک روز حضور (ص) نے فرمایا-

: "سدّوا هذا الابواب الا باب علی" علی (ع) کے دروازے کے سوا ان تمام دروازوں کو بند کر دو!

بعض نے اپ (ص) کے اس حکم کے بارے میں مختلف باتیں کیں اور اعتراضات کئے۔ ایسے میں پیغمبر اکرم (ص) کھڑے ہو گئے

اور حمد و ثنائے الہی کے بعد ارشاد فرمایا:

"اما بعد فانّی امرتُ سدّ هذه الابواب غیر باب علی ، فقال فیہ قائلکم واللّٰه ما سدّدت شیئاً ولا فتحتہ ولكن

امرت بشیء اتبعته۔ میں نے حکم دیا کہ سوائے در علی (ع) کے باقی تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ تم میں سے بعض نے اعتراض

کیا۔ خدا کی قسم! میں نے کوئی دروازہ بند نہیں کیا اور نہ ہی کھولا؛ بلکہ مجھے حکم دیا گیا اور میں نے اطاعت کی۔" (۱)

یہ حدیث سنن ترمذی ، خصائص نسائی اور دوسرے مصادر میں بھی نقل ہوئی ہے۔ (۲)

۱۔ السنن: ۷۲، حدیث ۱۰۹؛ مسند احمد: ۵/۲۹۶، حدیث ۱۸۸۰؛ المستدرک: ۳/۱۲۵؛ مجمع الزوائد: ۹/۱۱۳؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱/۲۰۸-۲۰۹، حدیث ۳۲۳، حضرت علی (ع)

کے حالات زندگی؛ الریاض النضرۃ: ۳/۱۸۵

۲۔ ملاحظہ ہو: سنن ترمذی: ۵/۳۰۵؛ خصائص نسائی: ۵۹ / حدیث ۳۸

بنا بر لائن در خانہ علی (ع) کے سوا مسجد کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کرنے کا ماجرا ، حدیث منزلت کے موارد میں سے

ایک ہوگا کہ پیغمبر (ص) نے فرمایا :

”انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ تم میرے لئے اسی مقام پر جس مقام پر موسیٰ کے لئے ہارون

تھے؛ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔“

مذکورہ تمام مطالب کے پیش نظر حضرت امیر المومنین (ع) کی امامت پر حدیث منزلت کی دلالت چند جہات سے واضح ہو جاتی

ہے:

۱۔ حضرت امیر المومنین (ع) کی عصمت کی جہت سے،

۲۔ دوسروں پر آپ (ع) کی افضلیت و برتری کے حوالے سے،

۳۔ ان خصوصیات کے ثابت ہونے کی جہت سے جو جناب ہارون (ع) کے لئے ثابت تھیں۔

چوتھا حصہ:

امیر المومنین (ع) کی خلافت پر

حدیث منزلت کی دلالت

## حدیث منزلت اور خلافت علی (ع) کا واضح بیان

گزرشتہ مطالب سے معلوم ہوا کہ حدیث منزلت امیر المومنین (ع) کے لئے متعدد ایسے مقدمات و منزلتوں کو ثابت کرتی ہے کہ جن میں سے ہر ایک کا لازمہ آپ (ع) کی امامت و خلافت ہے۔ یہاں اس بارے میں بات کی جا رہی ہے کہ لوازم سے ہٹ کر یہ حدیث بلاواسطہ اور صراحتاً بھی آپ (ع) کے لئے پیغمبر اکرم (ص) کی خلافت و جانشینی کے مقام کو ثابت کرتی ہے۔ بنا بر ایں یہ حدیث واضح اور کھلے لفظوں میں آپ (ع) کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب ہارون (ع) کے مقدمات میں سے ایک آپ (ع) کا حضرت موسیٰ کا جانشین ہونا تھا۔ خداوند متعال ، حضرت موسیٰ کی زبان سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے ہارون (ع) سے یوں فرمایا:

”اٰخْلُقْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ۔ میری قوم میں میرا جانشین بنے رہو، ان کے امور کی اصلاح کرو اور

مفسدین کی پیروی نہ کرو۔“ (۱)

## پیغمبر (ص) کی جانشینی، فضائل کی اوج

بغیر کسی شک و شبہ کے کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر (ص) کی خلافت و جانشینی کے لئے قابلیت اور صلاحیت کا ہونا ضروری ہے اس طرح کہ جانشین ، آنحضرت (ص) کی جگہ پر بیٹھ سکے اور ان کی غیر موجودگی میں تمام امور اور ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے؛ کیونکہ وہ پیغمبر (ص) کی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ (ص) کا جانشین ، آپ (ص) کی خالی جگہ کو پر کرنے کے لئے ہے ، اس رو سے لازم ہے کہ وہ پیغمبر (ص) کے ساتھ کوئی تناسب رکھتا ہو تاکہ اس کام سے عہدہ برا ہو سکے۔

جانشین پیغمبر (ص) کے لئے ضروری ہے کہ فضائل و کمالات میں بلندی پر ہو تاکہ یہ بلند مقام ، اس سے جڑ سکے، اور ایسی صلاحیت کا حامل ہو کہ پیغمبر (ص) کی جگہ اس کو بٹھانا عقل و منطق کی رو سے کوئی بعید کام شمار کیا نہ ہو؛ کیونکہ یہ واضح ہے کہ کسی ایسے شخص کو کسی کی جگہ بٹھایا جائے جو اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اس کے امور کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا ہو اور دونوں کے درمیان کوئی تناسب ہی نہ ہو تو ایسا کیا جانا ، عقل و حکمت سے بعید کام ہے۔

## قابلیت کا ظہور

اب سوال یہ ہے کہ جناب موسیٰ نے ایسی صلاحیت اپنے بھائی ہارون میں دیکھی تھی اور ہارون کو اس قابل سمجھتے تھے کہ ان کی بہن غیر موجودگی میں آپ کا جانشین بن جائے؟ اور کیا ہارون اس مقام کی اہلیت رکھتے تھے یا نہیں؟

جب خداوند متعال نے اس خلافت کی تائید فرمائی اور قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے تو قطعاً ایسی صلاحیت ہارون (ع) میں دیکھی ہوگی۔

دلچسپ بات یہ کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو کسی قیصر و شرط کے بغیر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے: ”اٰخْلَفْنِي فِي قَوْمِي“ میری قوم میں میرا جانشین بنے رہو۔ یعنی جناب ہارون ان تمام مسؤلیتوں میں، جو حضرت موسیٰ کے ذمے تھیں، آپ کے جانشین اور قائم مقام ہیں۔

بنا برہن حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی کو، اگرچہ کوہ طور پر جانے کی قلیل مدت کے لئے ہی سہی، اپنا جانشین مطلق قرار دیا؛ یعنی ہارون (ع) تمام حالتوں میں موسیٰ کا جانشین ہے اور انہوں نے بھی حضرت موسیٰ کی طرح روحانی کمالات اور معنوی مقدمات کے درجات کو طے کیا ہے اس لئے اس مقام کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ایک جملے میں اگر کہا جائے تو یہ کہ حضرت ہارون (ع)، خیرا کا وہ مورد پسند شخص ہے جسے خدا نے اسی مقام کے لئے لائق انتخاب کیا ہے۔

اگر وہ اس مقام کے حامل ہیں تو جب بھی موسیٰ غائب ہوں انہی کو خلیفہ اور جانشین ہونا چاہئے، خواہ ان کی زندگی میں ہو یا ان کی وفات کے بعد۔



یہ اتنا اہم نہیں ہے کہ ہارون (ع) نے کتنے روز خلافت کی؛ بلکہ اہم یہ ہے کہ وہ اس مقام کے لئے قابلیت و صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰ کے بارے میں یہ طے ہو گیا کہ آپ خدا سے مناجات کرنے کو طور جائیں گے تو یہ طے تھا کہ مناجات • روز پر مشتمل ہوگی؛ لیکن • دن اس پر اضافہ ہو گئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر موسیٰ نے ہارون کو شروع ہی سے صرف • دنوں کے لئے خلیفہ قرار دیا تھا تو اضافہ کئے گئے دس دنوں میں وہ کس طرح اس مقام پر باقی رہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہارون (ع) کی خلافت فقط تیس روز پر مشتمل نہ تھی؛ بلکہ ہر اس وقت کہ جب موسیٰ غائب ہوں وہ خلیفہ ہوں گے؛ یہاں تک کہ اگر آپ (ع) کی غیبت اس چالیس روز سے زیادہ بھی ہوتی۔

اس رو سے حدیث منزلت کے تحت پیغمبر اکرم (ص) کی نسبت امیر المؤمنین (ع) ایسی منزلت رکھتے ہیں یعنی رسول خدا (ص) کی نیابت و خلافت آپ (ع) کے لئے ثابت ہو جاتی ہے اور آنحضرت (ص) کی غیر موجودگی میں فقط آپ (ع) ہی کو جانشین ہونا چاہئے۔

جی ہاں! اس حدیث سے بخوبی استفادہ ہوتا ہے کہ خداوند متعال نے امیر المؤمنین (ع) کو اس مقام کے لئے انتخاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ، آپ (ع) کو اس مقام کا لائق سمجھتا ہے۔

مختصر یہ کہ مقام خلافت، کوئی سریع الزوال منصب نہیں ہے؛ بلکہ قرب الہی کے درجات اور روحانی مقدمات میں سے ہے کہ جو ضروری صلاحیتوں اور رضائے الہی کا محتاج ہے۔

## بلا شرط فرمان برداری

خلافت کا اثر و نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں پر تمام امور میں بغیر کسی قید و شرط کے امیر المؤمنینؑ کی اطاعت کرنا اور ہمیشہ آپ (ع) کے فرامین پر کان دھرنا واجب ہے۔ اور آپ (ع) کی اس اطاعت اور بدون قید و شرط فرمان برداری کا لازمہ یہ ہے کہ آپ (ع) امانت و ولایت عامہ کے حامل ہوں۔

ممکن ہے کوئی یہ گمان کرے کہ ہارون کی بے چون و چرا اطاعت کا واجب ہونا اس لحاظ سے تھا کہ وہ پیغمبر تھے نہ کہ اس لحاظ سے کہ وہ موسیٰ کے جانشین تھے بنا بریں اطاعت مطلقہ کا واجب ہونا خلافت کے آثار میں سے نہیں ہے؛ اور چونکہ امیر المؤمنین (ع) ، پیغمبر نہیں اس لئے یہ اثر آپ (ع) کے لئے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

یہ اشکال اگرچہ بعض علمائے اہل سنت نے ہنسی کتب میں ذکر کیا ہے؛ لیکن یہ ایک فضول اور غلط توہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس مطلب کی وضاحت یہ ہے کہ اگر بلا چون و چرا اطاعت کا واجب ہونا ، خلافت کے نہیں بلکہ نبوت کے آثار میں سے ہے تو پہلے تین خلفا کی اطاعت بھی واجب نہیں ہے؛ کیونکہ وہ بھی تو پیغمبر نہیں تھے اور امیر المؤمنین (ع) کی اطاعت بھی خلیفہ چہ اہم ہونے کے سبب واجب نہیں کہ آپ (ع) بھی پیغمبر نہیں فقط جانشین پیغمبر ہیں۔

### حدیث منزلت اور علمائے اہل سنت کا نظریہ

اس ضمن میں جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں اہل سنت کے علماء اور دانشمندانوں نے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث حضرت علی (ع) کی امامت و خلافت پر دلالت کرتی ہے۔

بطور نمونہ ایک کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو شیعہ اثنا عشری کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس کا مصنف اعتراف کرتا ہے کہ۔ حدیث منزلت حضرت علی (ع) کی خلافت کو ثابت کرتی ہے؛ بلکہ بات اس سے بڑھ گئی ہے، کہتا ہے: کوئی بھی اس حدیث کی دلالت کا انکار نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ ناصبی و دشمن اہل بیت ہو اور اہل سنت ہرگز ایسے لوگوں سے راضی نہیں ہیں۔<sup>(۱)</sup>

ہمداری بات یہاں خلافت بلا فصل ثابت کرنے میں ہے یعنی پیغمبر (ص) کے بعد بلافاصلہ آپ (ع) ہی اخصرت (ص) کے جانشین ہیں؛ لیکن اس حدیث سے اصل خلافت کا اثبات ایسی بات ہے جس سے انکار ممکن نہیں مگر یہ کہ کسی ناصبی یا دشمن علی (ع) سے۔ جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف نے اس مطلب کی تصریح کی ہے۔ اور حدیث کی دلالت کو اسی حد تک قبول کیا ہے۔

اس کے باوجود اہل سنت کی کتب احادیث اور ان کی شروحات سے مراجعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ خلافت و ولایت پر اس حدیث کی اصل دلالت کو ہی قبول نہیں کرتے اور اس میں مناقشہ کرتے ہیں، یعنی وہی کام کرتے ہیں جس کی نسبت تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف نے ناصبیوں اور دشمنان اہل بیت کی طرف دی ہے۔

بطور نمونہ اگر حافظ بن حجر عسقلانی کی فتح الباری ، حافظ نووی کی شرح صحیح مسلم اور المرقاة فی شرح المشکاة سے رجوع کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اس حدیث کی شرح و تفسیر میں امامت و ولایت پر اس کی دلالت پر اشکال کرتے ہیں ؛ یعنی تحفہ اثنا عشریہ کسی وہی بات جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اب شرح صحیح مسلم میں نووی کی باتوں پر توجہ کریں ۔ اس کی عین عبارت یا اسی طرح کی عبارت اہل سنت کے مذکورہ لکھاریوں نے اپنی مذکورہ کتب میں نقل کی ہے۔

نووی کا بیان ہے: یہ حدیث بیغمبر اکرم (ص) کے بعد، علی (ع) کی جانشینی پر کوئی دلالت نہیں کرتی؛ کیونکہ بیغمبر (ص) نے یہ جملہ۔ اس وقت فرمایا کہ جب آپ (ص) ، علی (ع) کو مدینہ میں اپنی جگہ چھوڑ کر تبوک کی طرف جا رہے تھے۔ نووی یہ کہنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث ایک خاص مورد میں بیان ہوئی ہے۔

اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ ہارون (ع) ، علی (ع) کی جس سے تشبیہ دی گئی ہے ، موسیٰ کے بعد خلیفہ نہ تھے ؛ بلکہ وہ موسیٰ کی زندگی میں ہی دنیا سے چل بسے ۔ تاریخ نگاروں کے نزدیک جو بات مشہور ہے اس کے مطابق ہارون (ع) نے حضرت موسیٰ کی وفات سے چالیس سال قبل رحلت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنے پروردگار کی میقات کی جانب مناجات کئے لئے جانا چاہا تو ہارون (ع) کو اپنا جانشین بنایا ۔ پس یہ خلافت و جانشینی ایک خاص محدودے میں ایک خاص واقعے سے متعلق ، موقت جانشینی ہے ، ہماری بحث ’’خلافت و جانشینی‘‘ پر اس کی کوئی دلالت نہیں ہے۔<sup>(۱)</sup>

سچ بتائیے! فیصلہ کیجئے! کیا ناصبی کے علاوہ کوئی ایسی بات کر سکتا ہے؟ ایسی بات کہ کوئی بھی شخص یہاں تک تحفہ اٹنا عشریہ کا مصنف بھی اس کی نسبت اپنی طرف دینا نہیں چاہتا، اسی لئے اس نے ناصبیوں کی طرف نسبت دی ہے۔

البتہ ہم ابن تیمیہ اور شیعہ عقائد کو رد کرنے والے دوسرے افراد کی باتیں بھی نقل کریں گے اور ان کی عبارتوں کے مخصوص حصوں کو لکھیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ناصبی کون لوگ ہیں۔ اس وقت آپ پہلے سے زیادہ ناصبیوں کے بارے میں آشنا ہو جائیں گے۔

اب تک یہ بیان ہوا کہ حدیث منزلت کس طرح صراحت سے امیر المومنین (ع) کی خلافت و امامت اور ولایت پر دلالت رکھتی ہے کہ صاحب تحفہ اٹنا عشریہ بھی اس دلالت کا منکر نہیں ہے؛ لیکن آخر میں کہتا ہے: طرف مقابل سے پورا نزاع اور جھگڑا پیغمبر (ص) کے بعد بلا فصل امامت کے بارے میں ہے۔

پانچواں حصہ:

حدیث منزلت کو رد کرنے کی علمی کوششیں

## حدیث منزلت کو رد کرنے کی کوششیں

گزشتہ مباحث میں سند اور متن کے لحاظ سے حدیث منزلت کی تحقیق کی۔ اس حصے میں علمی اشکالات اور ان کوششوں کی تحقیق کریں گے جو اس حدیث کو رد کرنے کے لئے اہل تسنن کی طرف سے کی گئی ہیں۔ ان اعتراضات اور اشکالات کو ہم دو مرحلوں میں ذکر کریں گے:

### علمی اشکالات

ہم حدیث منزلت کے بارے میں ہر اشکال اور اعتراض قبول کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ علمی بنیادوں پر مشتمل ہوں اور مناظرہ و گفتگو کے بارے میں بیان شدہ قواعد پر مبنی ہوں۔

اس حدیث کی دلالت پر کئے گئے اشکالات بطور خلاصہ تین اشکالات میں سمٹ جاتے ہیں:

پہلا اشکال: مدعا پر حدیث کا دلالت نہ کرنا

مخالفین کے پہلے اشکال کا ما حاصل یہ ہے:

اس حدیث سے عمومی طور پر یہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا کہ علی (ع) ہر جہت سے ہارون (ع) کی شبیہ ہیں؛ کیونکہ۔ ان دونوں میں

فقط ایک جہت سے شبہات پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم اس بات کو بھی قبول نہیں کرتے کہ علی (ع) ، رسول اللہ (ص) کے لئے

ہر مقام اور منزل پر وہی حیثیت رکھتے ہوں جو موسیٰ کے لئے ہارون کی حیثیت تھی۔

## دوسرا اشکال: خلافت کی محدودیت

اس حدیث سے جو خلافت و جانشینی ثابت ہوتی ہے وہ ایک موقتی خلافت ہے جو کسی خاص تقاضے کے مطابق ، محسوس وقت کے لئے تھی۔ وہی زمانہ کہ جس میں پیغمبر (ص) زندہ تھے ، اور ہارون (ع) کی خلافت بھی اس وقت سے مربوط تھی جب حضرت موسیٰ اپنے رب سے مناجات کرنے گئے تھے ۔

اس مطلب کی تائید موسیٰ کی زندگی میں ہارون کے انتقال کر جانے سے بھی ہوتی ہے۔ اس بنا پر ہم کس خلافت کے پارے میں جھگڑ رہے ہیں؟

تیسرا اشکال: خلافت صرف جنگ تبوک کے وقت سے مخصوص تھی

یعنی یہ کہ حدیث منزلت جنگ تبوک کے وقت صادر ہوئی ہے ۔ جب پیغمبر (ص) مدینہ سے باہر تبوک کس طرف جا رہے تھے علی (ع) کو اس لئے مدینہ چھوڑ گئے تھے کہ اپنے شخصی اور گھریلو امور کو سنبھالے اور مدینہ میں رہ جانے والوں کے امور کس تسبیہ کرے ۔ اس بنا پر یہ حدیث ، کہ جو ایک معین واقعہ میں بیان ہوئی ہے ، اسی مورد کے لئے خاص ہو جائے گی۔



## مکملے اشکال کا جواب

اس اشکال کا خلاصہ یہ تھا کہ ہارون (ع) سے علی (ع) کی شبہات تمام مقالمات و منزلتوں میں نہیں ہے اور یہ شبہات ایسی عمومیت نہیں رکھتی جو ہارون کے تمام مقالمات و منزلتوں کو شامل ہو جائے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اس حدیث میں دو ایسی عبارتیں ہیں جو اس کے معنی کو واضح کر دیتی ہیں:

۱۔ ”انت منی بمنزلة ہارون“

اس عبارت میں اسم جنس ”منزلة“ علم ”ہارون“ کی طرف اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ استثنا: ”الا انه لا نبی بعدی“

اس استثنا کے ذریعے نبی اکرم (ص) نے ان تمام مقالمات میں سے ، کہ جو امام (ع) کو حاصل ہیں ، فقط نبوت کو خارج کر دیا ہے۔

یہی استثنا بتاتا ہے کہ حضرت ہارون (ع) متعدد مقالمات کے حامل تھے ان میں سے ایک مقام سے علی (ع) کو الگ رکھا گیا ہے۔

اصول فقہ ، بلاغت اور ادبیات کی کتب میں اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ”استثنا ، عموم کا معیار اور ملاک ہے

؛ یعنی جب کسی جملے میں استثنا ائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جملے میں عمومیت پائی جاتی ہے اور اس کا حکم سب کو شامل ہے

جن میں سے فقط ایک مورد کو الگ کیا گیا ہے۔

اسی طرح ان کتب میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ ”اسم جنس مضاف“ الفاظ عموم میں سے ہے۔ کیا اس کے باوجود بھی کسوئی

اشکال باقی رہ جاتا ہے؟

اس بنا پر اس حدیث میں ”بمنزلة ہارون“ اسم جنس مضاف اور صیغہ عموم میں سے ہے۔ اسی طرح استثناء کا جملہ بھی عموم کے وجود کی دلیل ہے ؛ یعنی امیر المومنین (ع) پیغمبری کے سوا تمام مقامات اور منزلوں میں حضرت ہارون کی طرح ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حدیث تمام منابع میں اسی کیفیت کے ساتھ نقل ہوئی ہے ؛ یعنی یہی دو قرآن حدیث کے تمام متون میں موجود ہیں۔ ”انت منی بمنزلة ہارون“ اور ”الا انہ لا نبی بعدی“

لہذا اس حدیث سے پیغمبر (ص) کی مراد عموم نہ ہونے کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا اور حدیث اپنے مطلب میں صراحت کس حال ہے؛ لہذا پہلا اشکال سرے سے ہی باطل ہو جاتا ہے۔

### اہل فن کا نظریہ

ابن حاجب علم اصول اور عربی ادبیات کے بزرگوں اور پیشواؤں میں سے ہے وہ اپنی کتاب مختصر الاصول میں ، جس کس بہت سی شرحیں لکھی جا چکی ہیں اور حوزات علمیہ کی درسی کتب میں شامل رہی ہے ، یوں لکھتا ہے:

محققین کے نزدیک جو صیغہ عموم کے لئے وضع کئے گئے ہیں وہ مند رجبہ ذیل ہیں: اسم شرط، اسم استفہام، موصولات، وہ جمع جس پر الف لام عہد نہ ہو بلکہ الف لام جنس داخل ہو اور خود اسم جنس جو الف لام یا اضافہ کے ذریعے معرفہ ہو گیا ہو۔<sup>(۱)</sup>

۱۔ المختصر (بیان المختصر ۲): ۱۱۱

وہ محققین جو زیادہ مدارک و ماخذ کے خواہاں ہیں وہ ادبی کتب سے، جسے جلال الدین سیوطی کی کتاب "الاشباہ و النظائر" اور "الکافیہ"۔  
فی علم النحو" با شرح محقق جامی کہ جو "الفوائد الضیائیہ" کے نام سے مشہور ہے، رجوع کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب بھی حالیہ وقتوں میں  
حوزت علمیہ میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔

اصولی کتب میں سے قاضی بیضاوی کی کتاب "المنہاج" اور اسی پر لکھی گئی شرحوں کی طرف مراجعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح  
"فوتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت" کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب، اصول فقہ میں اہل تسنن کی معتبر اور مشہور کتب میں  
سے ہے۔

علم بلاغت کی کتب میں سے تفتازانی کی کتب "المطوّل فی شرح التلخیص" اور "مختصر المعانی فی شرح التلخیص"  
دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں بھی حوزت میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اسی طرح اصول فقہ، نحو اور بلاغت کے موضوع پر لکھیں گئیں  
کتابیں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

استثناء کے بارے میں بھی اصول فقہ کے تمام علمائے ماسلف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عموم کی موجودگی کا معیار استثناء  
کا وجود ہے۔

یہ بات قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" اور اس پر لکھی گئی شرحوں میں مرقوم ہے۔ جیسا کہ "شرح ابن  
امام الکاملیہ" اور دوسری شرحوں میں ہے۔

بنا بر لیں ہر وہ مقام، جہاں پر استثناء صحیح ہو اور حکم افراد خاص میں محصور نہ ہو تو وہ عام ہوگا اور حدیث منزلت میں بھی استثناء پایا جاتا ہے۔

ہاں! اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث صرف غزوہ تبوک سے مختص ہے؛ لہذا اس کی عمومیت سے صرف نظر کرنا چاہئے؛ کیونکہ۔ جب تخصیص کی کوئی دلیل یا شاہد نہ ہو تو پھر لفظ، عموم پر دلالت نہیں کرے گا۔ اس بنا پر حدیث منزلت صرف یہ بیان کر پائے گی کہ علی (ع) کی جانشینی، مدینے میں باقی رہنے والوں کے لئے تھی تاکہ اپ (ع) بچوں، عورتوں اور ضعیفوں کے امور کی دیکھ بھال کریں، جیسا کہ ابن تیمیہ کا یہی نظریہ ہے، اسکے علاوہ حدیث سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

واضح ہے کہ یہ اشکال اور دعویٰ دونوں صحیح نہیں ہیں؛ کیونکہ، ہم بعد میں بھی بیان کریں گے، حدیث منزلت غزوہ تبوک کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی رسول اکرم (ص) سے روایت ہو چکی ہے۔

ایک اشکال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ استثناء جب استثنائے متصل ہو تو اپنے سابق جملے کی عمومیت پر دلالت کرتا ہے؛ جبکہ۔ یہاں استثناء، منقطع ہے؛ کیونکہ حدیث میں جو کچھ استثناء ہوا ہے وہ ایک جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ کا استثناء، استثنائے متصل ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ بیان کردہ مطالب، علمی بحثیں ہیں کہ جن سے حقائق کے متلاشی افراد کسی حد تک آشنا ہوں گے۔ یہ اشکال دیکھنے میں بہت خوبصورت اور زیبا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو پھر استثناء کی موجودگی کے ذریعے حدیث کس عمومیت پر استدلال کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس اشکال کو صاحب تحفۃ الایمان عشریہ نے ذکر کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

لیکن جب ہم حدیث کے مختلف متون کو ملاحظہ کرتے ہیں تو ان میں سے بعض متون میں ”الَّا“ کے بعد جملہ خبریہ کی بجائے صرف ”النَّبوة“ موجود ہے۔

اسی عبارت کے ساتھ نقل ہونے والی حدیث یا احادیث کی اسناد صحیح ہیں؛ جیسا کہ ابن کثیر دمشقی نے اپنی تیسرا مبحثی کتاب ”البدایة والنہایة“ میں اس حدیث کی سند کے صحیح ہونے کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

اس کے علاوہ اہل سنت کے ہاں یہ مسلم بات ہے کہ علم اصول اور بلاغت کی رو سے استثناء میں ”اصل اولی“ استثنائے متصل ہونا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اصل سے دستبردار ہونا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کوئی دلیل یا قرینہ نہ ہو۔

صاحب تحفة الایمان عشریہ ، جملہ خبریہ کی صورت میں آنے والے استثناء کو قرینہ بنا کر اس ”اصل اولی“ سے دستبردار ہونا چاہتا ہے؛ لیکن ہم نے جواباً کہا ہے کہ بعض متون میں یہ مستثنیٰ جملہ خبریہ کی صورت میں نہیں؛ بلکہ اسم ہے۔

استثناء میں ”اصل اولی“ استثنائے متصل ہونا ہے نہ کہ منقطع ہونا، اس سلسلے میں علمائے اہل سنت کس تعبیرات اور تصریحات سے اثنائی کے لئے حوزہ علمیہ میں پڑھائی جانے والی کتاب ”المطول“ سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

نیز اصول بزودی کی شرح میں لکھی گئی شیخ عبد العزیز بخاری کی کتاب ”کشف الاسرار“ سے بھی مراجعہ کیا جا سکتا ہے جو اہل سنت کے اصولی مصادر میں سے ہے۔<sup>(۳)</sup>

۱۔ البدایہ و النہایہ: ۷ / ۳۴۰

۲۔ المطول: ۲۰۴-۲۲۴

۳۔ کشف الاسرار: ۳ / ۱۷۸

اس کے علاوہ ابن حاجب بھی "مختصر الاصول" میں اسی مطلب کی تصریح کی ہے۔<sup>(۱)</sup> یہاں تک کہ اگر حدیث کس شرحوں کس طرف رجوع کیا جائے تو اس حدیث کے شارحین یہ تصریح کرتے نظر آئیں گے کہ یہ استثناء، منقطع نہیں؛ متصل ہے۔ بطور نمونہ۔

"ارشاد الساری"<sup>(۲)</sup> میں قسطلانی کا بیان اور "فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر" بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

---

۱۔ مختصر (بیان مختصر ۲) : ۲۳۶

۲۔ ارشاد الساری : ۶ / ۱۷۷ - ۱۱۸

ان نکات کو پیش نظر رکھنے سے پہلا اعتراض اور اشکال ختم ہو جائے گا اور حدیث منزلت سے تمام مقدمات اور منزلتیں ثابت ہوں گی؛ البتہ مذکورہ تمام مباحث، فنی اور تخصصی مباحث ہیں جن پر خصوصی توجہ دینے اور زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے جس کے لئے قواعد اور مخصوص علمی اصطلاحات پر مسلط ہونا چاہئے۔

### دوسرے اشکال کا جواب

اس اشکال کا خلاصہ یہ تھا کہ پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی زندگی کے ایک خاص واقعے میں حضرت علی (ع) کو اپنا جانشین قرار دیا ہے؛ جس طرح حضرت موسیٰ نے جناب ہارون کو اپنی زندگی میں جانشین قرار دیا تھا۔ جناب ہارون، حضرت موسیٰ سے پہلے رحلت کر گئے؛ اس لحاظ سے حدیث منزلت، اس خلافت و امامت پر دلالت ہی نہیں کر رہی جو ہملا محل نزاع ہے۔

اہل سنت کے بہت سے بڑے بڑے علماء نے یہی اشکال پیش کیا ہے؛ جن میں سے ابن حجر عسقلانی، قسطلانی و قاری؛ نیز ان کے مؤکلین نے بھی اپنی کتابوں میں یہی اشکال نقل کیا ہے۔

اس اشکال کا جواب دو صورتوں میں دیا جا سکتا ہے:

### پہلی صورت:

جناب ہارون (ع) کے بیان کردہ مقدمات اور منزلتیں متعدد تھیں جن میں سے ہر ایک کے ذریعے حضرت علی (ع) کی خلافت و جانشینی کا پتہ چلتا تھا؛ مثلاً: لوگوں کے امور کی اصلاح کے لئے پیغمبر اکرم (ص) کے شریک کار ہونا یا اپ (ع) کی عصمت وغیرہ، اور یہ مقدمات کسی معین اور مشخص زمانے تک ہرگز محدود نہیں رہے ہیں۔

## دوسری صورت:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خلافت ، ایک روحانی اور معنوی مقام ہے ۔ جب ہم کہتے ہیں: فلاں شخص خلیفہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شائستگی اور صلاحیت کے ایسے درجے پر پہنچ گیا ہے کہ اس مقام و خلافت کے اہل ہو گیا ہے۔ خلافت پیغمبر دراصل ، خلافت خدا ہے اور مقام الہی کی جانشینی کے لئے خود خلیفہ کے اندر شائستگی اور اہلیت کا پلایا جانا ضروری ہے۔

پیغمبر اکرم (ص) کے خلیفہ اور جانشین کے لئے ضروری ہے کہ وہ علمی حوالے سے آنحضرت (ص) کے ہم پلہ ہو؛ تاکہ ان کی غیر موجودگی میں لوگوں کی ہدایت کی کر سی پر بیٹھ سکے۔ قرآن کی تائیل اور بطون سے آشنا ہو؛ تاکہ لوگوں کو اسی طرح قرآن بیان کرے جس طرح پیغمبر اکرم (ص) بیان کرتے تھے، اور قرآن کے معارف و اسرار سے پردہ اٹھائے۔

مختصر یہ کہ پیغمبر اکرم (ص) کا خلیفہ وہی شخص ہوگا جو آنحضرت (ص) کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے؛ کیونکہ حضور اکرم (ص) کی رحلت کے ساتھ اگرچہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے؛ لیکن آسمان سے رابطہ۔ کبھی منقطع نہیں ہوتا؛ لہذا کوئی ایسا شخص ضرور ہونا چاہئے جس پر ہر سال ، شب قدر میں روح اور فرشتے نازل ہوں اور تمام امور کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

ایسی شخصیت کے لئے مطلوبہ شرائط کا حامل ہونا ضروری ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو منتخب کرے۔



اگر ہم خلافت کو صرف ایک ظاہری اور اعتباری مرتبہ تصور کریں ، جس کا ایک محدود وقت ہو اور اس وقت کے شروع ہوتے ہی خلافت شروع ہو جاتی ہو اور اس کے اختتام کے ساتھ خلافت بھی اختتام کو پہنچتی ہو؛ نیز اس کے لئے کسی صلاحیت اور اہلیت کسی ضرورت ہی نہ ہو تو یہ بہت ہی دور از حقیقت بات ہوگی۔

اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو خلافت کے لائق جان کر منتخب کیا ، یا رسول خدا (ص) نے کسی کے اندر ایسی صلاحیت دیکھ کر اس کو اپنا مطلق خلیفہ بنا لیا اور (اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي) <sup>(۱)</sup> کہہ کر سب کو سمجھا یا تو ہمیں ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ یہ انسان خلیفہ پیغمبر بننے کی تمام شرائط پر پورا اترتا ہے ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نا اہل کو پیغمبر (ص) کا جانشین قرار نہیں دیتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی (ع) ، علم الہی ، عصمت الہی اور قدرت الہی کے حامل ہیں اور فقدان پیغمبر (ص) کی خلاء کو پر کر سکتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ اور رسول خدا (ص) ، کسی شخص کو تمام مقلات کے حوالے سے پیغمبر اکرم (ص) کا جانشین قرار دے ، خواہ اس کو عملیاتی کا موقع نہ بھی ملے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کا منتخب بندہ ہے۔ اس کی صلاحیت و شائستگی اس منزل پر ہے کہ۔ پیغمبر اکرم (ص) کی غیر موجودگی میں ہر جہت سے اپ (ص) کے مقام کو سنبھال سکتا ہے؛ اختلافات میں مرجع بن سکتا ہے، لوگوں پر حاکم بھی بن سکتا ہے، احکام الہی کا بیان کرنے والا اور کلمات الہی کی تفسیر کرنے والا بھی بن سکتا ہے؛ نیز لوگوں کے نفوس پر ان سے زیادہ اولیٰ اور اس کا حکم لوگوں پر ان کے اپنے احکام سے زیادہ نافذ بھی ہو سکتا ہے۔

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جناب ہارون کی خلافت کے لئے کوئی وقت معین نہیں کیا؛ بلکہ۔ فرمایا: ”اٰخْلُقْنِي فِي قَوْمِي“ یعنی: جب بھی میں نہ ہوں تو میری غیر موجودگی کی خلاء کو پر کرو۔ اسی وجہ سے جناب ہارون ، ان دس دنوں میں بھی، جنہیں حضرت موسیٰ کی مناجات کی مدت پر اضافہ کیا گیا تھا، اپنے منصب پر باقی رہے۔

جب یہ بلند منزلت اور مرتبت ، جناب ہارون کی نسبت ثابت ہوگئی تو حضرت امیر المؤمنین (ع) کے لئے بھی ثابت ہو جائے گی۔ زیادہ توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے امیر المؤمنین (ع) کو مقام و منزلت کے لحاظ سے جناب ہارون (ع) کس ماتر قرار دیا ہے نہ کہ ان حالات کے لحاظ سے جو انہیں پیش آئے ہیں؛ دوسرے الفاظ میں یہ کہ حضور اکرم (ص) نے اس طرح بیان نہیں فرمایا کہ جناب ہارون (ع) نے چالیس روز خلافت کا منصب سنبھالا ہے؛ لہذا تم بھی چالیس روز تک خلافت کے عہدے پر رہو گے؛ نہیں!؛ بلکہ یہاں پر مقام و منزلت کی بات ہے۔ جناب ہارون ، جناب موسیٰ کی خلافت کے حامل تھے اور یہ مقام جناب موسیٰ کی زندگی میں بھی بنی اسرائیل کے درمیان ان کے لئے محفوظ تھا۔

## حدیث منزلت اور ابن تیمیہ کا نظریہ

ابن تیمیہ بھی اس حدیث پر مذکورہ اشکالات کی مانند اعتراض کرتا ہے؛ لہذا ہم اس کے نظریے کی کچھ چھان بین کریں گے۔

ابن تیمیہ کی کتاب "منہاج السنۃ" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مختلف جگہوں پر حضرت امیر المؤمنین (ع) کی دشمنی، ان کی عیب جوئی اور ان پر طعنہ زنی سے مملو ہے۔ وہ اپنی کتاب کسی حصے میں یوں لکھتا ہے:

جب کبھی پیغمبر اکرم (ص) کسی جنگ، عمرہ، حج یا کسی سفر پر جاتے تھے تو اپنے اصحاب میں سے کسی ایک کو سرینے میں پہنسی جگہ چھوڑ جاتے تھے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ ایک سفر کے وقت آنحضرت (ص) نے "ابن ام مکتوم" کو مدینے میں اپنا جانشین بنا دیا۔

تھا۔ کوئی شخص اس جانشینی کو ابن ام مکتوم کے لئے فضیلت یا مقام و مرتبہ شمار نہیں کرتا۔

پھر وہ حدیث منزلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے: جب پیغمبر اکرم (ص) کی آخری جنگ (جنگ تبوک شروع ہوئی تو آنحضرت (ص) نے کسی کو بھی فوج سے جدا رہنے اور اس حکم سے سرپیچی کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس جنگ کی طرح کسی اور جنگ میں آپ (ص) کے ساتھ اتنے زیادہ لوگ نہ تھے۔ صرف عورتیں، بچے، معذور لوگ اور منافقین مدینے میں رہ گئے۔

مدینے میں دلاور مؤمنین نہیں تھے؛ تاکہ پیغمبر، گزشتہ کی مانند کسی کو ان پر اپنا جانشین بنا جاتے۔ دوسری جہت سے یہ کہہ سکتے ہیں بچوں، عورتوں اور معذوروں کے علاوہ کوئی اور رہنے والا نہ تھا؛ اس رو سے پیغمبر اکرم (ص) کو اپنے اصحاب میں سے کسی اہم اور معروف شخص کو جانشین بنانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی؛ بلکہ اس موقع کی جانشینی حضور اکرم (ص) کی دوسری تمام جانشینیوں سے انتہائی بے وقعت جانشینی تھی؛ یعنی تبوک کے وقت علی (ع) کی جانشینی، ابن ام مکتوم کی جانشینی سے بھی بے وقعت اور بے اہمیت تھی۔ [!!]

ابن تیمیہ مزید کہتا ہے: علی (ع) کی جانشینی کے وقت مدینے میں طاقتور مومنین کی زیادہ تعداد موجود نہ تھی تاکہ ان کے لئے کسی زبردست کو جانشین قرار دینے کی نوبت آئے۔ اس بنا پر پہلے جن لوگوں نے حضور (ص) نے اپنا جانشین بنایا ہے ان کو جانشینی، علی (ع) کی جانشینی سے بہتر اور برتر ہوگی۔

اسی وجہ سے علی (ع)، روتے ہوئے حضور اکرم (ص) کی خدمت آئے اور گویا ہوئے: کیا آپ (ص) مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑیں گے؟

پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: امانت داری کی خاطر تمہیں اپنا جانشین بنایا ہے اور پیغمبر (ص) کی جانشینی کبھی عیب و نقص شمار نہیں ہوتی، جس طرح موسیٰ نے ہارون کو اپنی قوم کے لئے اپنا جانشین قرار دیا تھا۔

جب کوئی بادشاہ اور دوسرے لوگ جنگ کے لئے نکلتے ہیں تو اپنے ساتھ ایسے افراد کو لے لیتے ہیں جن سے زیادہ استفادہ کرنا ہو، کشمکش کے وقت ان کی ضرورت ہو، ان کے مشوروں سے سبق لینا ہو اور ان کی زبانوں، ہاتھوں اور تلواروں سے فائدہ اٹھانا مقصود ہو۔ اس لحاظ سے پیغمبر اکرم (ص) کو اس جنگ میں علی (ع) کی کوئی ضرورت نہیں تھی تاکہ ان سے مشورہ کیا جائے یا ان کی زبان، ہاتھ اور تلوار سے استفادہ کیا جائے [!] جبھی تو انہیں چھوڑ کر دوسروں کو ہمراہ لے لیا؛ کیونکہ ان امور میں وہ لوگ اخصرت (ص) کے کام آتے تھے۔

اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے ابن تیمیہ کہتا ہے: ایک چیز کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دینے کا لازمہ یہ نہیں کہ دونوں چیزیں تمام جہتوں سے ایک دوسرے کی طرح ہوں؛ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ بات کس موقع پر کہی گئی ہے۔ کیا آپ وہ روایات نہیں دیکھتے جو صحیح بخاری اور مسلم میں نقل ہوئی ہیں اور ثابت ہیں؟ روایت میں ہے کہ جب پیغمبر اکرم (ص) نے اسیروں کے بارے میں ابو بکر سے مشورہ کیا تو اس نے کہا: ان کے بدلے میں بیٹے اور ندیہ لے کر انہیں رہا کر دیں۔ پھر آنحضرت (ص) نے عمر سے مشورہ لیا تو اس نے کہا: ان سب کو قتل کر دو۔

پس آنحضرت (ص) نے فرمایا: اب میں ان دو ساتھیوں کا مقام تم لوگوں کو بتانا ہوں۔ اے ابو بکر! تم ابراہیم کی مانند ہو۔ [!] اور اے عمر! تم نوح کی مانند ہو۔ [!]

لہذا اگر پیغمبر اکرم (ص) کسی سے یہ فرمائے کہ تم ابراہیم و عیسیٰ کی طرح ہو یا کسی دوسرے سے فرمائے کہ تم نوح اور موسیٰ کی مانند ہو تو ایسا کہنا نہایت اہم اور بہتر ہے یہ کہنے سے کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون۔ جو کچھ بیان ہوا وہ ابن تیمیہ کے بیان اور کلام کا ایک حصہ تھا۔ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس شخص کے ساتھ اپنے عمل کے مطابق سلوک کرے اور ہر کلمے کے مقابلے میں اسے وہی جزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔

## نظریہ ابن تیمیہ کی رد

اب ہم چند موارد میں ابن تیمیہ کے نظریے کی مختصر تحقیق کریں گے:

۱۔ جو احادیث ہم نے پہلے نقل کی ہیں اور جو بعد میں نقل کریں گے، ان میں مختلف تعبیریں استعمال ہوئی ہیں۔ ایک نقل کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت امیر المؤمنین (ع) سے فرمایا:

”انہ لا بدّ ان اقیم او تقیم۔ ضروری ہے کہ میں مدینے میں رہوں یا آپ رہیں۔“

دوسری تعبیر میں آنحضرت (ص) نے فرمایا:

”فانّ المدینة لا تصلح الاّ بی أو بک۔ مدینے کے امور میرے یا آپ (ع) کے بغیر درست اور معظم نہیں ہوں گے۔“

ایک تعبیر، ہم اس طرح ملاحظہ کرتے ہیں:

”انہ لا ینبغی ان اذهب الاّ و أنت خلیفتی۔ کسی صورت میں میرا جانا صحیح نہیں ہے؛ مگر یہ کہ تم میرا جانشین بنے

رہو۔“

ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مدینے میں کوئی دوسرا ہرگز جانشین پیغمبر کے طور پر نہیں رہ سکتا تھا اور صرف

آنحضرت (ص) یا حضرت امیر المؤمنین (ع) ہی مدینے کے امور کی دیکھ بھال کر سکتے تھے۔

واضح رہے کہ اس وقت مدینے پر ایک خاص فضا حاکم تھی اور منافقین سازشوں کے ایسے جال بچھا رہے تھے کہ کوئی بھس صیابی ان

سازشوں کا مقابلہ کر کے انہیں ناکام بنانے کی قدرت و صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کام سے صرف دو افراد : پیغمبر اکرم (ص) یا

حضرت امیر المؤمنین (ع) ہی عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔

واقعاً اگر (بقول ابن تیمیہ) یہ جانشینی، حضرت امیر المومنین (ع) کے لئے کوئی فضل و رتبہ ثابت نہیں کرتی؛ بلکہ۔ حضور اکرم (ص) کی پہلی جانشینیوں سے بے وقعت اور بے اہمیت ہے تو عمر اپنے لئے اس مقام اور جانشینی کی ارزو کیوں کیا کرتا تھا؟ کیوں سعد بن ابی وقاص کے دل میں اس مقام تک پہنچنے کی حسرت تھی؟

۲۔ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ "علی (ع) اس حالت میں پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں آئے کہ ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔" سراسر جھوٹ ہے۔ امیر المومنین (ع) کا رونا اس وجہ سے نہ تھا کہ پیغمبر (ص) نے اپ (ع) کو عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑا تھا؛ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اپ (ع) اس جنگ میں شریک نہ ہو سکتے تھے؛ نیز منافقین کی جاہب سے سنی گئیں دل دکھانے والی باتیں بھی رونے کا سبب بنی تھیں۔

دوسری بات یہ کہ امیر المومنین (ع) نے فرمایا: "أَخْلَفَنِي فِي النِّسَاءِ وَ الصَّبِيَّانِ" "کیا آپ (ص) مجھے عورتوں اور بچوں میں اپنا جانشین بنا رہے ہیں؟ یہ بات اپ (ع) نے اس وقت فرمائی تھی جب رسول اللہ (ص) جنگ کے لئے مدینہ سے باہر نہ گئے تھے؛ لیکن اپ (ع) نے گریہ اس وقت کیا جب مدینے سے نکلنے کے بعد اپ (ع) پیغمبر اکرم (ص) سے ملاقات کے لئے آئے تھے جس کس وجہ بھی منافقین کی باتیں اور انہیں ہی تھیں نہ کہ اپ (ع) نے اس جانشینی کو بے وقعت سمجھا ہو۔ اس لحاظ سے ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ "علی (ع) نے جب خود کو عورتوں اور بچوں کے درمیان خلیفہ بننے دیکھا تو اعتراضاً گریہ کیا۔" امیر المومنین (ع) کی نسبت بہت بڑی نادوا تہمت اور افتراء ہے۔

۳۔ ابن تیمیہ نے پیغمبر اکرم (ص) سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آنحضرت (ص) نے ابوبکر کو حضرت ابراہیم (ع) سے اور عمر کو حضرت نوح (ع) سے تشبیہ دی ہے۔ اس نے مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں نقل ہوئی ہے۔

اس سے بڑھ کر واضح جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے؟؛ کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم آپ کی دسترس میں ہے، دیکھیں کیا کوئی ایسی حدیث ان دونوں کتابوں میں ہے؟!

اس بات کی شاہد، "منہاج السنۃ" کی نئی اشاعت ہے جو ڈاکٹر محمد رشاد سالم کی تحقیق کے ساتھ ۹ جلدوں میں سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے متن کو ملاحظہ کر کے ابن تیمیہ کا اس حدیث سے استدلال اور اس کی صحیحین کی طرف نسبت کو مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کا محقق، ابن تیمیہ کی بات کے نیچے حاشے میں لکھتا ہے:

یقیناً یہ حدیث فقط "مسند احمد" میں نقل ہوئی ہے اور مسند کے محقق، شیخ احمد شاکر کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ حدیث احمد بن حنبل کی کتاب "مناقب الصحابہ" میں بھی مذکور ہے جو حال ہی میں سعودی عرب سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے محقق نے بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حاشے میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔



نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں اس حدیث کا کوئی وجود نہیں ہے تاکہ ان دونوں میں مسزکور "حسرت منزلت" سے تعارض کر سکے اور جن کتابوں میں اس کا وجود ہے ان کے محققین نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کر دی ہے۔

شاید ابن تیمیہ نے یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ کوئی محقق اس کی کتاب کو پڑھ کر صحیح بخاری اور مسلم کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے گا پھر اس کی دھوکہ دہی اور جھوٹ کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔

ابن تیمیہ نے ہنی اس عبرت میں حضرت امیر المومنین (ع) کی ذات گرامی پر جو طعنہ زنی کی ہے اور جو ناروا باتیں آپ (ع) کے حق میں روا رکھی ہیں، ہم ان کے بارے میں کچھ کہے بغیر اس کے جواب کو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ بہترین حاکم اور فیصلہ کرنے والا ہے۔

### اعور واسطی کا نظریہ

ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلنے ہوئے اعور واسطی نے بھی شیعوں کی رد میں بہت ساری باتیں لکھی ہیں۔ یہ اہل سنت کے پاس ، یوسف اعور واسطی کے نام سے مشہور ہے۔ شیعوں کی رد میں لکھے گئے ایک رسالے میں یہ پلید ناصبی لکھتا ہے: اگر مان لیا جائے کہ حدیث منزلت سے مقام خلافت ثابت ہوتا ہے تو اس میں فتنہ و فساد کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا؛ کیونکہ ہارون (ع) کی خلافت کے دوران فتنہ و فساد اور مومنین کے مرتد ہونے کے سوا کچھ نہیں تھا، اس زمانے میں بنی اسرائیل گوسالہ پرست ہو گئے۔ اس طرح علی (ع) کی خلافت کے دوران فتنہ و فساد اور جمل و صفین میں مسلمانوں کے قتل کے سوا کچھ اور پیش نہ آیا۔ [!]

کیا اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ہارون (ع) کی خلافت کے دوران بنی اسرائیل کا گوسالہ پرستی کرنا ، ہارون کی خلافت و جانشینی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ؟

بالفرض اس کی بات کو مان لیا جائے تو پیغمبروں کی پیغمبری کے دوران ہونے والی تمام خرابیاں، کفر، ظلم و ستم اور قتل و غارت جیسی برائیاں، ان کی نبوت کے لئے عیب اور نقص شمار ہوتی ہیں؟

کیا یہ صحیح ہے کہ سرکشوں، مستکبروں اور جابروں کے تمام گناہوں کو مصلحین، انبیاء اور خلفائے الہی اپنے ذمے لیں؟ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت، اسلام اور ایمان کے دعویٰ داروں کی آزمائش پر مبنی ہے؟ تاکہ جس کے اندر کھوٹ ہے وہ ذلیل و رسوا ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا ءَآمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ)

سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ وہ آزمائے نہیں جائیں گے؟<sup>(۱)</sup>

حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر جانا اور ہارون کو ان کا خلیفہ بنا چاہئے؛ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون حضرت موسیٰ اور ان کے خدا پر واقعی ایمان رکھتا ہے اور کون فقط زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہے؛ لیکن اندر سے کوئی عقیدہ نہیں رکھتا۔

لیکن کیا کوئی یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ دورخی کرنے والوں کا کفر اور ستمگروں کا ستم، ہارون کی خلافت میں رخنہ ڈالنے لگے۔

اس میں کوئی کمزوری پیدا کرے گا؟

پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ایک اور انداز سے جاری ہوئی جس کے ذریعے لوگوں کو ازمہ-اُش ہوئی؛ تاکہ ہر اس شخص کا عقیدہ طشت ازبام ہو جائے جو دل سے پیغمبر اکرم (ص) اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا؛ نیز ہر اس شخص کا باطن اشکار ہو جائے جس کے سر میں سلطنت و حکومت کا سودا سمایا ہوا تھا اور اس نے سلطنت ہی کی خاطر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح وہ خلیفہ رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے، جنگ کے شعلے بھڑکائے اور مسلمانوں کو اس کی آگ میں جھونک دے۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی منطوق کے مطابق ظالم افراد کے ظلم و ستم اور سرکش لوگوں کی نافرمانیوں کو مصلح افراد کے کھاتے میں نہیں ڈالا جا سکتا؛ لیکن امور واسطی انجہائی ڈھٹائی اور کمال بے شرمی کے ساتھ ظالموں کے ظلم و ستم، اشوب گسروں کے ققتوں اور رخنہ۔ اندازوں کی نافرمانیوں کے پیش نظر حضرت امیر المومنین (ع) کی خلافت پر انگلی اٹھانا ہے اور اس کی تضعیف کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر تبوک کے واقعے میں امیر المومنین (ع) کی جانشینی کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور آپ (ع) کے لئے کسے مقام و مرتبے کو ثابت نہیں کرتی؛ یہاں تک کہ یہ جانشینی، ابن ام مکتوم کی جانشینی سے بھی بے اہمیت ہے تو سارے شیعہ سنی علماء نے اس حدیث کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے؟ کیوں مختلف زمانوں میں اس کی مختلف سداوں کو ذکر کیا اور اس کے راویوں کو تحقیق کسی ہے؟ نیز کس لئے اس حدیث کی دلالت و معانی کی اتنی چھان بین کی ہے؟

اگر یہ موضوع اس قدر بے اہمیت اور یہ جانشینی تمام جانشینیوں سے پست تر تھی جو کسی تحقیق و جستجو کے بھی لائق نہ تھی تو اس حدیث کے سلسلے میں اس حد تک اہتمام کا کیا مطلب ہے؟

کیوں عمر کہتا ہے کہ اگر میں ان خصوصیات میں سے کسی ایک کا بھی حامل ہوتا تو یہ میرے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ بہتر تھا۔ جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے؟

کیوں سعد بن ابی وقاص کہتا ہے کہ ان مقامات میں سے ایک میرا ہوتا تو وہ میرے لئے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب تھا جس پر سورج طلوع کرتا ہے؟

کیونعلی (ع) کی فضیلت بیان کرتے وقت معاویہ اسی حدیث کو بیان کرتا ہے؟

کیوں اس حدیث کو رد کرنے اور اس کو باطل ثابت کرنے کے لئے اتنی کوششیں ہوئی ہیں؟

فضل بن روہبان ان افراد میں سے ہے جو ہمیشہ پیغمبر اکرم (ص) کی احادیث کے سلسلے میں شیعوں کے استدلالات کو رد کرنے کے درپے ہوتا ہے؛ اس کے باوجود 'حدیث منزلت' کے بارے میں وہ کہتا ہے: 'اس حدیث کے ذریعے علی (ع) کے لئے برادری، تبلیغ رسالت میں پیغمبر اکرم (ص) کی وزارت اور بعض دوسری فضیلتیں ثابت ہو جاتی ہیں۔' مذکورہ بیان کی روشنی میں دوسرے اشکال کے لئے بھی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

### میرے اشکال کا جواب

میرا اشکال یہ تھا کہ 'حدیث منزلت' 'غزوہ تبوک' سے مختص ہے۔

جی ہاں! اس اشکال کی گنجائش اس وقت ہوگی جب یہ حدیث صرف اور صرف جنگ تبوک کے موقع پر بیان ہوئی ہو، اور اس شان نزول کو ہم قبول بھی کر لیں؛ نیز یہ شان نزول حدیث کے اسی مورد کے ساتھ مختص ہونے کا سبب بھی بن جائے۔ لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے؛ کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے 'حدیث ثقلین' اور 'حدیث غدیر' کی طرح 'حدیث منزلت' کو بھی بہت سی جگہوں پر مختلف مواقع میں بیان فرمایا ہے۔ اہل سنت کی کتابیں سب کی دسترس میں ہیں، ازاد فکسر اور منصف مزاج محقق ان روایتوں کو ملاحظہ کر سکتے ہیں جن میں سے بعض کو ہم انے والے حصے میں بیان کریں گے۔

چھٹا حصہ:

وہ موقع جہاں حدیث منزلت بیان ہوئی

## وہ موقع جہاں حدیث منزلت بیان ہوئی

پیغمبر اکرم (ص) نے بہت ساری جگہوں پر مختلف مناسبتوں سے حضرت امیر المؤمنین (ع) کی شان میں "حدیث منزلت" بیان فرمائی ہے۔ یہاں پر ہم اختصار کے ساتھ چند موارد کی طرف اشارہ کریں گے:

### ۱۔ اصحاب کی اخوت کے موقع پر

اصحاب پیغمبر کی باہمی اخوت اور برادری کا موقع وہ ابتدائی موقع ہے جہاں پر رسول اللہ (ص) نے حدیث منزلت بیان فرمائی۔ ابن ابی اوفیٰ کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ (ص) نے ، ابوبکر اور عمر سمیت، تمام اصحاب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تو علس (ع) نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! ذہب روحی وانقطع ظہری حین رأیتک فعلت ما فعلت بأصحابک غیرى، فان کان هذا من سخط علیّ فلک العتبی والکرامۃ۔ اے رسول خدا (ص)! میری جان نکل گئی اور میری کمر ٹوٹ گئی جب میں نے دیکھا کہ۔ آپ (ص) نے میرے علاوہ اپنے تمام اصحاب کو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے۔ اگر آپ (ص) نے مجھ سے ناراضگی کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو آپ (ص) کو ہی حق حاصل ہے کہ میری سرزنش کریں یا بزرگواری فرمائیں۔“

اس وقت حضور اکرم (ص) نے فرمایا:

"والذی بعثنی بالحق! ما أخرجک الا لنفسی، و أنت مئی بمنزلة هارون من موسى غیر أنه لا نبي بعدی، وأنت

أخي و وارثي" اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا! میں نے تمہیں صرف اپنے لئے انتخاب کیا ہے اور تم میرے لئے ایسے

ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تم میرے بھائی اور وارث ہو۔ "

حضرت علی (ع) نے عرض کیا:

"ما أرت منك يا رسول الله" اے اللہ کے رسول (ص) ! میں آپ (ص) سے کیا میراث پاؤں گا؟"

پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:

"ما ورت الأنبياء من قبلي" - وہی کچھ جو مجھ سے پہلے والے انبیاء نے ورثے میں چھوڑا ہے۔ "

حضرت علی (ع) نے دوبارہ سوال کیا:

"ما ورت الأنبياء من قبلك" آپ (ص) سے پہلے انبیاء نے ورثے میں کیا چھوڑا؟"

حضور (ص) نے فرمایا:

"كتاب ربهم و سنة نبیهم وأنت معي في قصري في الجنة مع ابنتي و أنت أخي و رفيقي" - ان کے پروردگار کی کتاب

اور پیغمبر کی راہ روشن۔ تم جنت میں میرے قصر میں میری بیٹی فاطمہ سمیت میرے ساتھ ہوں گے اور تم میرے بھائی اور رفیق

ہو۔ "

پھر حضور اکرم (ص) نے اس لیت کی تلاوت فرمائی:

(إِحْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ) - وہ برادرانہ طور پر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔<sup>(۱)</sup>

اس روایت کو حافظ جلال الدین سیوطی نے ”الدر المنثور“ میں درج ذیل لیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

(اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ) - اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے

منتخب کرتا ہے اللہ یقیناً خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔<sup>(۲)</sup>

اس لیت مجیدہ اور اس مذکورہ حدیث کا تناسب قابل توجہ ہے۔ سیوطی نے اس حدیث کو بغوی، باوردی، ابن قانع، طبرانی اور ابن عساکر

سے نقل کیا ہے۔<sup>(۳)</sup> ”الرياض النضرة في مناقب العشرة المبشرة“<sup>(۴)</sup> اور احمد بن حنبل کی کتاب ”مناقب علی (ع)“<sup>(۵)</sup> میں

بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ متقی ہمدی نے بھی کنز العمال میں اس حدیث کو مناقب سے نقل کر کے ذکر کیا ہے۔<sup>(۶)</sup>

۱- حجر: ۲۷

۲- ح: ۷۵

۳- الدر المنثور: ۶/۱۶-۱۷

۴- الرياض النضرة: ۱۸۲/۳

۵- مناقب: ۱۴۲، حدیث ۲۰۷

۶- کنز العمال: ۱۹/۱۷۶، ح ۲۵۵۵۳ و ۳/۱۰۵، ح ۳۶۳۲۵



## ۲۔ حسین (ع) کی ولادت کے موقع پر

دوسرا موقع ، جہاں رسول اللہ (ص) نے 'حدیث منزلت' بیان فرمائی ، وہ حضرت امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) کس ولادت کا موقع ہے۔

ملا علی قاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے ایک حدیث کے ضمن میں کہا کہ حضرت امام حسن (ع) کس ولادت کے وقت پیغمبر اکرم (ص) پر جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے حکم خدا سے فرمایا:

'' اِنَّ عَلِيًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ - يَتَقِينَا عَلِيٌّ (ع) ، اَب (ص) کے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ ''

(۱)

### ۳۔ خطبہ غدیر خم

تیسرا موقع ، جہاں حضور اکرم (ص) نے اس حدیث کو بیان فرمایا، وہ غدیر خم کا خطبہ ہے۔ ہم نے اپنی کتاب ”نگاہی بہ۔ حسرت غدیر“ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

### ۴۔ مسجد کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کراتے وقت

”حدیث منزلت“ بیان ہونے والے موقع میں سے چوتھا موقع ، مسجد نبوی (ص) کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کسرانے کا ماجرا ہے۔ ہم نے اس ماجرا کے بارے میں کی گئی اپنی ایک تحقیق میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روایت یوں بیان کس گئی ہے:

”وانّ علیّاً منّی بمنزلة ہارون من موسیٰ۔ بے شک علی (ع) میرے لئے وہی ہیں جو موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔“

فقہ مغازی نے ”مناقب امام علی (ع)“ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

---

۱۔ مناقب امام علی (ع)، ابن مغازی: ۲۵۵۔ ۲۵۷

## ۵۔ عمر بن خطاب کا تقاضا

پانچواں موقع وہی ہے جہاں پر عمر بن خطاب نے کہا تھا: ”كفّوا عن ذكر عليّ“ علی (ع) کے بارے میں کوئی بات نہ کریں۔۔۔

اس واقعے کو ہم گزشتہ اوراق میں مختلف مصادر سے نقل کر چکے ہیں۔

## ۶۔ دختر حمزہ کے ماجرا میں

”حدیث منزلت“ کے بیان کا چھٹا موقع، سید الشهداء حضرت حمزہ (ع) کی بیٹی کا واقعہ ہے۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے: جب جناب حمزہ (ع) کی بیٹی ملکہ سے مدینے کو آئیں تو حضرت امیر المؤمنین (ع)، جعفر اور زبیر کے درمیان اس کفالت و سرپرستی کے بارے میں اختلاف ہو گیا اور بات پیغمبر اکرم (ص) تک پہنچائی گئی تاکہ آپ (ص) اس بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت امیر المؤمنین (ع) سے فرمایا:

”أما أنت يا عليّ! فأنت مَنّي بمنزلة هارون من موسى الأّنبؤة۔ مگر تم اے علی (ع)! تم میرے لئے وہی منزلت رکھتے ہو جو موسیٰ کی لئے ہارون رکھتے تھے، سوائے مقام نبوت میں۔“

اس روایت کو ابن عساکر نے تاریخ مدینة دمشق (۱) میں، احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند (۲) میں اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳) میں نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مصادر میں بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ مدینة دمشق: ۱/ ۳۶۸، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی، حدیث ۴۰۹

۲۔ مسند احمد: ۱/ ۱۸۵، حدیث ۹۳۳

۳۔ السنن الکبریٰ: ۸/۶

## ۷۔ جابر کی ایک حدیث

ساتواں موقع ، جابر بن عبد اللہ انصاری کی ایک حدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں : ہم مسجد میں سوئے ہوئے تھے کہ۔ پیغمبر اکرم (ص)

تشریف لائے اور یوں فرمایا:

”أتزقدون بالمسجد؟ انہ لا یرقد فیہ۔ کیا تم لوگ مسجد میں سوتے ہو؟ مسجد سونے کی جگہ نہیں ہے۔“

حضور اکرم (ص) کے ساتھ حضرت علی (ع) بھی تھے، آنحضرت (ص) نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا:

”تعال یا علی! انہ یحلّ لک فی المسجد ما یحلّ لی أما ترضی أن تكون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا النبوة!۔“

اے علی (ع) قریب آجا! جو کچھ مسجد میں میرے لئے حلال ہے وہی تمہارے لئے بھی روا ہے۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میرے لئے

ایسے رہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے، سوائے مقام نبوت میں؟!“

یہ حدیث بھی تاریخ مدینة دمشق میں نقل ہوئی ہے۔<sup>(۱)</sup>

## ۸۔ ام سلمہ کی حدیث

اٹھواں موقع، جہاں ’’ حدیث منزلت ’’ بیان ہوئی ہے وہ ام سلمہ کی ایک حدیث ہے۔ پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی زوجہ۔ جناب ام سلمہ سے فرمایا:

’’یا ام سلمة! انّ علیاً لحمه من لحمي و دمه من دمّي وهو مّتی بمنزلة ہارون من موسیٰ الاّ انّہ لا نبیّ بعدی۔ اے ام سلمہ! علی (ع) کا گوشت، میرے گوشت سے اور اس کا خون، میرے خون سے ہے۔ وہ میرے لئے وہی منزلت رکھتا ہے جو موسیٰ کے لئے ہارون رکھتا تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔‘‘

یہ حدیث بھی تاریخ مدینة دمشق میں ہے۔<sup>(۱)</sup>

ان کے علاوہ بہت سے دوسرے مواقع ہیں جہاں رسول اکرم (ص) نے حضرت امیر المؤمنین (ع) کس شان میں ’’ حدیث منزلت ’’ بیان فرمائی ہے؛ البتہ ہم نے ان تمام موارد کی تحقیق کی ہے؛ لیکن اختصار کی غرض سے انہی مذکورہ موارد پر اکتفا کرتے ہوئے باقی تمام موارد کو ذکر کرنے سے اجتناب کریں گے۔

---

۱۔ تاریخ مدینة دمشق: ۱/۲۹۰، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی، حدیث ۳۲۹

۲۔ ایضاً: ۱/۳۶۵، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی، حدیث ۴۰۶

## خلافت پر حدیث منزلت کی دلالت کا خلاصہ

حضرت امیر المؤمنین (ع) کی خلافت پر حدیث منزلت کی تصریح کو مندرجہ ذیل نکات میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

### پہلا نکتہ:

پیغمبر اکرم (ص) کے بعض بزرگ اصحاب اس عظیم مقام کی تمنا اور ارزو کیا کرتے تھے۔

### دوسرا نکتہ:

پیغمبر اکرم (ص) نے مختلف مواقع پر اس حدیث کو تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

### تیسرا نکتہ:

اس حدیث کے متن اور مختلف نقل کے اندر کچھ قرآن موجود ہیں۔

## متن حدیث کے بعض قرآن

اس واقعے کے بارے میں بہت سے شواہد اور قرآن موجود ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو بیان کریں گے:

### پہلا شاہد:

حضور اکرم (ص) نے اس حدیث میں یوں فرمایا:

”اِنَّهٗ لَا بَدَّ اَنْ اَقِيْمَ اَوْ تَقِيْمَ - ضروری ہے کہ میں مدینے میں رہوں یا آپ رہیں۔“

اس جملے سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ کسی بھی کام میں علی (ع) کے سوا کوئی بھی شخص ، پیغمبر اکرم (ص) کی جگہ نہیں بیٹھ سکتا،  
آنحضرت (ص) کے امور کو انجام دینے کے لئے آپ (ص) جیسا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آپ (ص) کی ذمہ داریوں کو تکمیل تک  
پہنچانے کے لئے آپ (ص) کا نائب بن سکتا ہے۔

اس حقیقت کے دوسرے نمونے بھی پائے جاتے ہیں جن میں سے امیر المومنین (ع) کے ذریعے اہل مکہ تک سورہ براءت پہنچانے  
کے واقعے کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

**دوسرا شاہد:**

پیغمبر اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا:

”خَلْفَتِكَ أَنْ تَكُونَ خَلِيفَتِي - میں تمہیں اپنی جگہ چھوڑ رہا ہوں تاکہ میرا جانشین بنے رہو۔“

یہ عبادت بھی اسی مطلب پر ایک شاہد ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

**تیسرا شاہد:**

حضور اکرم (ص) نے فرمایا:

”أَنْتَ مَتَّى بَمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى --- - تم میرے لئے اسی منزلت پر ہو جس پر موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔۔۔۔“

یہاں تک کہ فرمایا:

”فَإِنَّ الْمَدِينَةَ لَا تَصْلِحُ إِلَّا بِأَبِي أَوْ بَكٍ - تحقیق مدینے کے امور ، میرے یا تمہارے بغیر منظم نہیں ہوں گے۔“

المستدرک میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حاکم میثاقی کہتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے؛ لیکن بخاری اور مسلم نے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

#### چوتھا شاہد:

پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت امیر المؤمنین (ع) سے فرمایا:

”لک من الأجر مثل مالي و مالک من المغتنم مثلما لي - جو کچھ مجھے اجر و ثواب ملتا ہے تمہیں بھی دیا جائے گا اور جو غنیمت میرے حصے میں آتی ہے، تمہارے لئے بھی اسی طرح ہی ہوگی۔“

اس حدیث کو ”الرياض النضرة في مناقب العشرة المبشرة“ کے مصنف نے نقل کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

#### پانچواں شاہد:

”حدیث منزلت“ کی ایک نقل کے مطابق، حضور اکرم (ص) نے حضرت علی (ع) سے فرمایا:

”انّ لا ینبغی أن أذهب الاّ و أنت خلیفتی۔ کسی صورت میں میرا جانا صحیح نہیں ہے؛ مگر یہ کہ تم میرا جانشین بنے رہو۔“

یہ حدیث قطعی طور پر صحیح ہے اور بہت سارے مصادر میں مذکور ہے جن میں سے مسند احمد<sup>(۲)</sup>، مسند ابی یعلیٰ، المستدرک<sup>(۳)</sup>، تاریخ مدینة دمشق<sup>(۴)</sup>، تاریخ ابن کثیر<sup>(۵)</sup>، الاصابة<sup>(۶)</sup> اور دوسرے مصادر کا نام لیا جا سکتا ہے۔

۱۔ الرياض النضرة: ۳/۱۱۹ ۲۔ مسند احمد: ۱/۵۴۵، حدیث ۳۰۵۲

۳۔ المستدرک: ۳/۱۳۳-۱۳۴

۴۔ تاریخ مدینة دمشق: ۱/۲۰۹، حضرت علی (ع) کے حالات زندگی، حدیث ۲۵۱

۵۔ البدایہ و النہایہ: ۷/۳۳۸

۶۔ الاصابة: ۴/۲۷۰



چھٹا شاہد :

پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:

”أنت خلیفتی فی کلّ مؤمن بعدی أنت مّی بمنزلة ہارون من موسیٰ و أنت خلیفتی فی کلّ مؤمن بعدی - تم میرے بعد تمام مؤمنین کے درمیان میرے جانشین ہو۔ تم میرے لئے وہی منزلت رکھتے ہو جو موسیٰ کے لئے ہارون رکھتے تھے اور تم میرے بعد تمام مؤمنین کے درمیان میرے جانشین ہو۔“

یہ حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ خصائص نسائی میں موجود ہے۔<sup>(۲)</sup>

## خارج از متن قرآن

حدیث کے متن سے خارج بہت سارے ایسے قرآن موجود ہیں جو ہمارے مقصود معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم نے سند اور دلالت کے لحاظ سے "حدیث منزلت" کی تحقیق اور جستجو کی جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث صراحت کے ساتھ پیغمبر اکرم (ص) کی خلافت اور جانشینی پر دلالت کرتی ہے۔

اگر کوئی حضرت امیر المومنین (ع) کی خلافت کو چوتھے مرتبے پر قرار دینے کی کوشش کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قطعی دلیلوں کے ساتھ پہلے والے تین افراد کی خلافت کی حقانیت کو ثابت کرے تاکہ اس حدیث کو چوتھے مرتبے پر محمول کیا جاسکے۔ اگر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے تو اس خلافت کو چوتھے مرتبے پر محمول کرنا کسی صورت بھی صحیح نہیں ہے۔

ایک جہت سے یہ حدیث، حضرت امیر المومنین (ع) کی عصمت کو ثابت کرتی ہے اور ایک جہت سے، علمیت اور افضلیت کے لحاظ سے دوسروں پر اپ (ع) کی برتری کو ثابت کرتی ہے۔

## اروی اور معاویہ کا واقعہ

اگرچہ بات بہت طویل ہو گئی ہے؛ لیکن ایک روایت کو ذکر کرنا بر محل ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ حارث بن عبد المطلب بن ہاشم کی بیٹی اروی جو بڑی عمر رسیدہ خاتون تھیں، ایک مرتبہ معاویہ کے پاس پہنچیں۔ معاویہ نے ان سے کہا: افرین ہو تم پر اے خالہ! کیا حال ہے آپ کا؟

اروی نے جواب دیا:

”بخیر یا بن اُختی! لقد کفرت النعمة، وأسأت لابن عمک الصعبة، و تسمیت بغیر اسمک، و أخذت غیر حقک، و کنا أهل البيت أعظم الناس في هذا الدين بلاء أ، حتى قبض الله نبيّه مشكوراً سعيه، مرفوعاً منزلته، فوثبت علينا بعده بنو تيم وعدي و أمية، فابتزونا حقنا، وليتم علينا تحتجون بقرابتكم من رسول الله (ص) و نحن أقرب اليه منكم و أولي بهذا الأمر، و کنا فيکم بمنزلة بني اسرائيل في آل فرعون، و كان علي بن أبي طالب بعد نبينا بمنزلة هارون من موسى۔ ٹھیک ہوں اے بھانجے! لیکن تم نے نعمت کے مقابلے میں ناشکری کی اور اپنے بچپا کے بیٹے کے ساتھ ہر رفتاری کی، اپنے اوپر کسی اور کے نام کا لیبل لگا لیا اور کسی دوسرے کا حق لے لیا۔ ہم خاندان اہل بیت (ع) کا امتحان اس دین میں سب سے سخت تھا، یہاں تک کہ خدا نے اپنے پیغمبر (ص) کو اپنی طرف اٹھا لیا در حالیکہ ان کی کوششوں کی شکر گزاری کس اور ان کے مقام کو بلند بنا دیا۔ ان کی رحلت کے بعد قبیلہ تیم (ابوکر)، عدی (عمر) اور امیہ (عثمان و معاویہ) نے ہم پر یلغار کس اور ہمارے حق کو غصب کیا۔ تم لوگ ہم پر مسلط ہو گئے ہیں اور رسول اکرم (ص) سے اپنی رشتہ داری کے ذریعے استدلال کرنے لگے؛ حالانکہ تم سے زیادہ ہم پیغمبر اکرم (ص) سے نزدیک تر اور اس امر کے لئے لائق تر ہیں۔ ہم تمہارے درمیان، ایسے ہیں جیسے فرعونوں کے درمیان بنی اسرائیل، اور علی (ع) بن ابیطالب (ع) ہمارے پیغمبر (ص) کی رحلت کے بعد، موسیٰ کے لئے ہارون کس ماند تھے۔“

اس وقت عمر و عاص نے کہا: بس کر اے گمراہ بڑھیا! اپنی باتوں کو تمام کر دو؛ کیونکہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔  
 اروی نے کہا: اے پسر نابغہ! تجھ جیسا بھی منہ کھولتا ہے؛ جبکہ تمہاری ماں، مکے کی مشہور ترین فاحشہ۔ عورت تھیں اور اس کس  
 اجرت ساری عورتوں سے کم تھی۔ قریش کے پانچ افراد تجھے اپنے نطفے کی پیداوار سمجھتے ہیں؛ اسی لئے تیری ماں سے پوچھا تھا کہ تم ان  
 میں سے کس کی ناجائز اولاد ہے؟

تیری ماں نے کہا: یہ سب میرے پاس آتے تھے۔ اب دیکھ لو جس سے زیادہ شبہات رکھتا ہے اسی کا سمجھ لو۔ ملاحظہ کیا۔ تو، تو  
 عاص بن وائل سے زیادہ شبہات رکھتا تھا؛ لہذا اس کا بیٹا سمجھ لیا گیا۔

اچانک مروان بول پڑا: او بڑھیا! بس کر! اور جس کام کے سلسلے میں یہاں آئی ہو وہ بتاؤ!  
 اروی کہنے لگیں: اے ابن زرقاء! تو بھی بولنے لگا ہے؟

پھر معاویہ کی سمت رخ کر کے کہا: خدا کی قسم! تو نے ہی ان کو میری توہین کرنے کی اجازت دی ہے۔ سچ یہ ہے کہ۔ تو اس  
 ماں کی اولاد ہے جس نے جناب حمزہ (ع) کی شہادت کے موقع پر کہا تھا:

نحن جزینا کم بیوم بدر  
 والحرب بعد الحرب ذات سعر  
 ماکان لی فی عتبة من صبر  
 و شکر وحشی علیّ دھری  
 حتی ترمّ أعظمی فی قبری

ہم نے تمہیں روز بدر کا جواب دے دیا، وہ جنگ جو ایک جنگ کے بعد ہو وہ بڑی اتشیں ہوتی ہے۔ میں عتبہ کی جسرائی پر صبر  
 نہیں کر سکتی۔ پوری زندگی وحشی کی شکر گزار رہوں گی، اس وقت تک کہ میری ہڈیاں قبر میں چھپ جائیں۔

اس وقت میری چچا زاد بہن نے جواب دیا تھا:

خزیت فی بدر و بعد بدر

یا بنت جبّار عظیم الکفر

تو جنگ بدر میں بھی اور اس کے بعد بھی ذلیل ہو گئی ہے ، اے اس ظالم و ستمگر کی بیٹی! جو بہت ہی بڑا کافر تھا۔

ایسے میں معاویہ نے کہا: اے خالہ ! جو کچھ گزر چکا، اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے!! [! اپنی حاجت بتاؤ!

اروی نے کہا: میں تجھ سے کوئی حاجت نہیں رکھتی؛ پھر معاویہ سے ہاں سے چلی گئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اروی نے معاویہ کے جواب میں کہا: مجھے دو ہزار دینا چاہئے تاکہ حارث بن عبد المطلب کی غریب و نادار اولاد

کے لئے اباد اور سرسبز و شاداب زمین کے ساتھ ایک چشمہ خرید سکوں، اس کے علاوہ اور دو ہزار دینار بنی حارث کے فقراء کس شہری

کے سلسلے میں اور دو ہزار اپنے لئے تاکہ زندگی کی سختیوں اور مشکلات سے اسودہ ہو جاوں۔

معاویہ نے حکم دیا کہ جو کچھ چاہتی ہے اسے دے دیا جائے۔

اس پورے واقعے کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی چچا زاد اروی نے ’حدیث منزلت‘ سے استنبہا کیا ہے

اور اس طرح حضرت امیر المومنین (ع) کی امامت پر استدلال کیا ہے۔ علی (ع) کو ہارون سے تشبیہ دی ہے اور اہل بیست (ع) کو ،

فرعون اور فرعونوں کے درمیان زندگی گزارنے والے، بنی اسرائیل کی مانند قرار دیا ہے۔

یہ روایت معمولی سی تفاوت کے ساتھ ’العقد الفرید‘ ، ’المختصر فی اخبار بنی البشر‘ اور ابن شحہ کی معتبر تاریخیں

کتاب ’روضۃ المناظر‘ میں دیکھی جا سکتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

جی ہاں ! اس طرح ’حدیث منزلت‘ کی دلالت کے بارے میں بحث ختم ہو گئی اور اس پر ہونے والے تمام علمی اعتراضات

کے جواب دیئے گئے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں۔

۱۔ العقد الفرید: ۱۱۹ / ۲؛ المختصر فی اخبار بنی البشر: ۱ / ۱۸۸؛ روضۃ المناظر، حاشیہ تاریخ ابن کثیر، سنہ ۶۰ ہجری کے واقعات

ساتواں حصہ:

غیر علمی اشکالات پر ایک نظر

## غیر علمی اشکالات

یہاں پر کچھ ایسے اشکالات کی طرف مختصر اشارہ کریں گے جن کے سہارے "حدیث منزلت" کو غیر علمی طریقے سے رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اہل سنت کے بعض متعصب افراد جب علمی راہ سے "حدیث منزلت" پر کوئی اشکال نہ کر سکے تو انہوں نے غیر علمی راستے کا سہارا لیا ہے۔

### ۱۔ حدیث کی تحریف

شکست خوردہ اشکالات اور بے سر و پا اعتراضات کے بعد مخالفین نے جس راہ کا انتخاب کیا ہے وہ تحریف حدیث کا راستہ ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سند اور دلالت کے بارے میں ان کی باتیں بے فائدہ ثابت ہو رہی ہیں تو تحریف کا ہتھکنڈہ استعمال کیا۔ ایک ناصبی کو جب تحریف کے علاوہ کوئی راہ نظر نہ آئی وہ اسی برے عمل کا مرتکب ہوا؛ لیکن تحریف بھی ایسی بری تحریف کر ڈالی کہ کوئی کافر بھی اس طرح نہیں کرتا۔

حریز بن عثمان کے حالات زندگی، خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد اور ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان کی نقل کے مطابق حریز کہتا ہے کہ علی (ع) کے بارے میں لوگ پیغمبر اکرم (ص) کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ۔ <sup>۱</sup> انحضرت (ص) نے فرمایا: "انت متی بمنزلة ہارون من موسیٰ" بات تو صحیح ہے؛ لیکن سننے والے نے سننے میں غلطی کی ہے۔

روای نے پوچھا: پھر روایت کس طرح تھی؟

حریز کہتا ہے: یہ حدیث اس طرح ہے: "انت متی بمنزلة قارون من موسیٰ" [!!]

روای نے پوچھا: تو کس سے یوں نقل کر رہا ہے؟

حریز نے کہا: میں نے سنا ہے کہ ولید بن عبد الملک، ممبر پر اس حدیث کو اسی طرح نقل کرتا تھا۔<sup>(۱)</sup>

۱۔ تاریخ بغداد: ۸ / ۳۶۸، حدیث ۳۳۶۵؛ تہذیب التہذیب: ۲ / ۲۰۹

افسوس کی بات یہ ہے کہ حریز ان لوگوں میں سے ہے جن پر بخاری نے اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے اور اس سے حدیثیں نقل کیں ہیں۔ دوسری جہت سے صحیح مسلم کے علاوہ اہل سنت کی صحیح کتابوں کے مولفین نے اس شخص کو قبول کیا ہے ، اس کی روایتوں کی تصحیح کی ہے اور اس سے روایت نقل کی ہیں!

نقل ہوا ہے کہ احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ حریز کیسا آدمی ہے؟ تو اس نے جواب میں تین مرتبہ کہا: قابل اعتماد ہے، قابل اعتماد ہے، قابل اعتماد ہے!

جبکہ حریز کے حالات زندگی میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت علی (ع) کو گالیاں دیتا تھا، اپنی پوری قوت کے ساتھ علی (ع) پر حملہ کرتا اور اپ (ع) پر ظلم کرتا تھا۔ [!]

علمائے اہل سنت کی تصریح کے مطابق ، حریز ناصبی تھا جو ہمیشہ کہتا تھا: میں علی (ع) کو دوسرے نہیں رکھتا؛ کیونکہ اس نے میرے باپ دادا کو قتل کیا ہے۔

وہ ہمیشہ کہتا تھا: ہمارا امام (معاویہ) ہمارے لئے اور تمہارا امام (علی (ع)) تمہارے لئے۔ وہ ہر صبح و شام حضرت علی (ع) پر ستر (۷۰) بار لعن کرتا تھا۔ [!]



اس طرح کی بہت ساری باتیں اس سے نقل ہوئی ہیں؛ لیکن ساری تفصیلات کے باوجود اہل سنت اس کی روایات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ احمد بن حنبل، تین بار کہتا ہے: وہ قابل اعتماد ہے اور مسلم کے علاوہ سارے "صحاح" کے مؤلفین اس سے روایت نقل کرتے ہیں۔

جی ہاں! اس صورتحال کو دیکھ کر ایک آزاد فکر محقق، آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ اہل سنت، راوی کی وثاقت کو ثابت کرنے اور حدیث کی صحت کو جانچنے میں کسے معیارات اور ضوابط پر اعتماد کرتے ہیں اور حضرت علی (ع) کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہیں۔

## ۲۔ شیخین کی فضیلت میں احادیث گھوننا

بعض لوگوں نے "حدیث منزلت" کے مقابلے میں ایک دوسری روش اپنائی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے شیخین کے لئے بھی ایک حدیث منزلت تیار کی ہے اور اس کی نسبت رسول خدا (ص) کی طرف دی ہے کہ آنحضرت (ص) نے فرمایا:

"ابوبکر و عمر مٹی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ ابوبکر اور عمر دونوں میرے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔"

[!]

اس حدیث کو خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے؛ اس کے بعد مناوی نے "کنوز الحقائق من حدیث غیر الخلائق" میں خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ ابن جوزی نے بھی اس من گھڑت حدیث کو نقل کیا ہے؛ لیکن کتاب "الموضوعات" میں نہیں؛ بلکہ "العلل المتناہیة فی الاحادیث الواہیة" میں اس کو جگہ دی ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔<sup>(۲)</sup>

اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ حدیث، منکر اور ناشائستہ ہے۔<sup>(۳)</sup>

اسی کتاب میں دوسری جگہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ذہبی کہتا ہے: یہ ایک جھوٹی حدیث ہے۔<sup>(۴)</sup>

ابن حجر عسقلانی بھی اپنی کتاب "لسان المیزان" میں اس حدیث کو جھوٹا سمجھتا ہے اور اس کے من گھڑت اور جعلی ہونے کی تصریح کرتا ہے۔<sup>(۵)</sup>

بنا بریں اس جعلی حدیث سے استنباط کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ ایسی حدیث ہے جس کے ضعیف ہونے یا جھوٹے اور جعلی ہونے کی خود اہل سنت نے تصریح کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ من گھڑت حدیث، مسانید و سنن اور صحاح ستہ میں سے کسی ایک کتاب کے اندر موجود نہیں ہے۔

---

۱۔ تاریخ بغداد: ۱۱ / ۳۸۵، حدیث ۲۶۵۸؛ کنوز الحقائق، حاشیہ الجامع الصغیر، حرف الف

۲۔ العلل المتناہیة: ۱ / ۱۹۹، حدیث ۳۱۲

۳۔ میزان الاعتدال: ۵ / ۴۷۳، حدیث ۴۹۰۰

۴۔ ایضا: ۵ / ۲۰۷، حدیث ۶۰۱۵

۵۔ لسان المیزان: ۵ / ۹، حدیث ۵۸۲۸۔ اس کتاب میں صرف ابوبکر کا نام ذکر ہوا ہے۔

### ۳۔ حدیث منزلت کی رد

تیسری اور آخری راہ جو مخالفین کو سوچھی وہ حدیث منزلت کو رد کرنا اور اس کی صحت کو قبول نہ کرنا ہے؛ جبکہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ یہ حدیث، صحیح بخاری اور مسلم سمیت دوسرے مصادر میں بھی نقل ہوئی ہے۔

اہل سنت کے بہت سارے علماء نے یہی روش اپنائی ہے جو اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ وہ دوسرے راستوں سے شکست کھائے ہیں اور روش علمی کے ذریعے اس حدیث پر کوئی اشکال وارد نہ کر سکے ہیں۔

ابو الحسن سیف الدین امدی کہتا ہے: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن حجر مکی نے اس کی بات کو "الصواعق المحرقة" میں نقل کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

شریف جرجانی نے بھی "شرح المواقف" میں امدی کی بات کو قبول کر کے اسی پر اعتماد کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

قاضی ابجی نے بھی "حدیث منزلت" کے جواب میں کہا ہے: سند کے لحاظ سے اس حدیث کے ذریعے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔<sup>(۳)</sup>

ان کے علاوہ اہل سنت کے دوسرے افراد بھی اس حدیث کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ امدی کی بات پر اعتماد کرتے ہیں؛ جبکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں امدی کے حالات

۱۔ الصواعق المحرقة: ۷۳

۲۔ شرح المواقف: ۸ / ۳۶۲

۳۔ ایضاً

زندگی کے ذیل میں اس طرح لکھا ہے کہ آمدی کو اس کے برے عقائد کی وجہ سے دمشق سے نکال باہر کر دیا گیا تھا اور یہ کہہنا بھی صحیح ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔<sup>(۱)</sup>

ہم یہ عرض کریں گے : جب نماز نہ پڑھنا، ایک ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے انسان کی عدالت چلی جاتی ہے اور دینسی مس-اٹل میں اس کی بات اور اس کے نظریات کے بے اعتبار ہونے کا سبب بنتا ہے تو پھر اس شخص پر کیوں اعتماد کیا جاتا ہے اور اس کی بات کیوں نقل کی جاتی ہے؟؟

اس کے علاوہ ، اہل سنت کے بہت سے بزرگان اور حافظان حدیث پر کی گئی ایک تحقیق کے مطابق ان کے حالات زندگی میں یہ۔ بات موجود ہے کہ یہی محدثین، روایات سنت پیغمبر اور دین کے امین بنے ہوئے لوگ، نماز نہیں پڑھتے تھے۔ [!]

اگر اس تحریر میں گنجائش ہوتی تو ان کی مدح و ثنا اور توثیق و تعظیم میں لکھی گئی بعض عبارتوں کی طرف اشارہ کرتے ، جن کے ذریعے قاری کو معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کے ہاں دین کا ستون شمار ہونے والی نماز کا ترک کرنا ان افراد کے لئے کوئی عیب و نقص کا سبب نہیں ہے۔ [!]

## سخنِ آخر

جو تحقیق اور بیان آپ کی نظر سے گزرا وہ "حدیث منزلت" کے بارے میں اہل سنت کی کوششیں اور ان کے اشکالات تھے۔ اشکال کرنے والے، اہل سنت کے علماء، حافظان حدیث اور وہ لوگ ہیں جن پر اہل سنت، اپنے عقائد اور احکام کے سلسلے میں اعتماد کرتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے امت کے نصیب میں، اس مظلوم گروہ میں سے جو "اروی" کے بقول فرعونوں کے بیٹے میں بنی اسرائیل کی مانند ہیں، بہترین علماء نہ ہوتے تو دینِ مسبین اسلام کا ستیاناس ہو جاتا اور سید المرسلین (ص) کے آثار و ابود ہو جاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان علماء کے ذریعے، دوسروں پر حجت تمام کر دی ہے۔

اس وقت جو منصف مزاج محققین، بحث و تحقیق کے درپے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی، حق کو پانے اور اس کی پیروی کرنے کے خواہاں ہیں، ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ان باتوں کی اصلیت اور حقیقت کو سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں قرآن اور مقبول و معتبر سنت کی بنیادوں پر قائم عقائد پر استوار اور ثابت قدم رکھے، حقائق کو اشکار کرنے اور امور کی وضاحت کرنے میں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے؛ نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ص) کے پسندیدہ امور کی طرف لانے میں طالبان حق و حقیقت کیمدد کرنے کا موقع عطا فرمائے! صلوات و رحمت خدرا ہو حضرت محمد (ص) اور آپ (ص) کے خاندان پاک پر!

۱۔ قرآن مجید

۲۔ حُج البلاغہ: (شیخ محمد عبده) مطبع استقامت ، مصر۔

''الف''

۳۔ ارشاد الساری: احمد بن محمد بن ابو بکر قسطلانی، دار احیاء تراث عربی، بیروت۔

۴۔ الاستیعاب: ابن عبد البر، دار الجلیل، بیروت، لبنان، اشاعت اول، ۱۴۱۲ھ۔

۵۔ الاصابۃ: ابن حجر عسقلانی، دارالکتب علمیہ، بیروت ، لبنان

''ب''

۶۔ البدایۃ و النہایۃ: ابن کثیر، دار الفکر، بیروت لبنان

''ت''

۷۔ تاریخ بغداد: خطیب بغداد، دار الکتب العربی، بیروت ، اشاعت اول ، ۱۴۱۷۔

۸۔ تاریخ مدینۃ دمشق: ابن عساکر، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵

۹۔ تحفہ اثنا عشریہ: شاہ عبد العزیز دہلوی، نورانی کتابخانہ، پشاور ، پاکستان

۱۰۔ تفسیر بغوی = معالم التنزیل فی التفسیر و التاویل: ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵

۱۱۔ تفسیر الجلالین: جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی؛ جلال الدین سیوطی

۱۲۔ تفسیر ثعلبی = الکشف و البیان: امام ثعلبی، نثر مصطفیٰ بابی حلبي، مصر ، ۱۳۸۸

۱۳۔ تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۴

۱۴۔ تہذیب الکمال: مزنی ، موسسہ الرسالۃ ، بیروت، ۱۴۱۳

''ج''

۱۵۔ الجامع الکبیر: جلال الدین سیوطی، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴

''خ''

١٦- الخصال: نسائي، مجمع احياء الثقافة الاسلامية، قم، ايران، اشاعت اول، ١٣١٩

''د''

١٧- الدر المنثور في تفسير المأثور: جلال الدين سيوطي، دار الفكر، بيروت، ١٣٠٣

''ر''

١٨- روضة المناظر: ابن شحنة حنفي، ( مطبوع در حاشيه تاريخ ابن كثير)

١٩- رياض الحضرة: محب الدين الطبري، دار الكتب علميه ، بيروت

''ز''

٢٠- زاد المعاد: ابن قيم جوزي، مؤسسه الرساله ، بيروت، ١٣٠٨

''س''

٢١- سنن ابن ماجه: ابن ماجه قزويني، دار الجليل ، بيروت، اشاعت اول ، ١٣١٨

٢٢- سنن ابي داود: ابو داود، دار الكتب علميه، بيروت ، اشاعت اول ، ١٣١٦

٢٣- السنن الكبرى: البيهقي، دار الكتب علميه، بيروت، اشاعت دوم، ١٣١٣

٢٤- سنن ترمذي: محمد بن عيسى ترمذي، دار الفكر ، بيروت

٢٥- سنن النسائي: نسائي، دار المعرفة، بيروت، اشاعت سوم، ١٣١٣

٢٦- سيرة ابن هشام: ابن هشام، دار احياء التراث العربي، بيروت، اشاعت اول ١٣١٥

٢٧- السيرة الحلبية: علي بن برهان الدين حلبى، مكتبة التجارية الكبرى، القاهرة، مصر، ١٣٨٢

''ش''

٢٨- شرح صحيح مسلم: محي الدين يحيى بن شرف نووي

٢٩- شرح المواقف: سيد شريف جرجاني، منشورات شريف رضوي، قم، ايران، اشاعت اول، ١٣١٣

''ص''

٣٠- صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت

٣١- صحیح مسلم: مسلم بن حجاج قشیری میثلووری، دار الفکر، بیروت، ١٣٩٨

٣٢- الصواعق المحرقة: ابن حجر ہیتمی مکی، مکتبة القاهرة، القاهرة، مصر

''ط''

٣٣- الطبقات الکبری: ابن سعد، دار صادر، بیروت، ١٢٠٥

''ع''

٣٤- العقد الفرید: ابن عبد ربہ، دار الکتب العربی، بیروت، ١٢٠٣

٣٥- اللعل المتناهیة: ابن جوزی، دار الکتب علمیہ، بیروت، اشاعت اول، ١٢٠٣

٣٦- عیون الاثر: ابن سید الناس، مکتبه دار التراث، مدینہ منورہ، ١٢١٣

''ف''

٣٧- فتح الباری فی شرح البخاری: ابن حجر، دار احیاء التراث العربی، بیروت

٣٨- فیض القدر: مناوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، اشاعت اول، ١٢١٥

''ق''

٣٩- قطف الازهار المتناثرة فی الاخبار المتواترة: جلال الدین سیوطی

''ک''

٤٠- کشف الاسرار فی شرح اصول البزودی: شیخ عبد العزیز بخاری، دار الکتب علمیہ، بیروت، ١٢١٨

٤١- کفاية الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب (ع): حافظ گنجی

٤٢- کنز العمال: متقی ہندی، دار احیاء التراث العربی، بیروت

٤٣- کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق: مناوی، مطبوع در حاشیہ الجامع الصغیر



''ل''

۳۴- لسان المیزان: ابن حجر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، اشاعت اول، ۱۴۱۶

''م''

۳۵- مجمع الزوائد و منبع الفوائد: بیہقی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴

۳۶- المختصر (بیان المختصر): ابن حاجب، مرکز احیاء التراث اسلامی، مکہ مکرمہ

۳۷- المختصر فی اخبار بنی البشر: عماد الدین اسماعیل بن ابی الفداء، حسینیه مصریہ، قاہرہ، مصر

۳۸- المستدرک علی الصحیحین: حاکم نیشاپوری، دار الکتب علمیہ، بیروت، اشاعت اول، ۱۴۱۱

۳۹- مسند احمد بن حنبل: احمد بن حنبل شیبانی، دار احیاء التراث عربی، بیروت، اشاعت سوم، ۱۴۱۵

۵۰- المطول: سعد الدین تفتازانی، انتشارات داری، قم، ایران، ۱۴۱۶

۵۱- المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الحمی طبرانی، دار الحرمین، ۱۴۱۵

۵۲- المناقب: احمد بن حنبل شیبانی

۵۳- مناقب امام علی (ع): ابن مغزی، دار الاضواء، بیروت، ۱۴۰۳

۵۴- منہاج السنۃ النبویہ: ابن تیمیہ حرانی، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصر، اشاعت دوم، ۱۴۰۹

۵۵- میزان الاعتدال: ذہبی، دار الکتب علمیہ، بیروت، اشاعت اول، ۱۴۱۶

''ن''

۵۶- نظم درر السمطین: جمال الدین محمد بن یوسف زرنجی حنفی

## فہرست

4.....	ابتدائیہ
6.....	مقدمہ
7.....	پہلا حصہ:
7.....	راویان 'حدیث منزلت' پر ایک نظر
7.....	حدیث منزلت کے راوی
7.....	۱۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام
9.....	حدیث منزلت کا تواتر
11.....	مختلف صدیوں میں اس حدیث کے راوی
15.....	دوسرا حصہ:
15.....	حدیث منزلت کے متن پر ایک نظر
15.....	حدیث منزلت کا متن اور اس کی تصحیح
16.....	بخاری کی روایت
18.....	مسلم کی روایت
20.....	اہل سنت کی نگاہ میں دو صحیح کتابیں
25.....	حدیث منزلت کے مزید متون
25.....	ابن سعد کی روایت
25.....	۱۔ سعید بن مسیب سے محصل سلسلہ:
26.....	۲۔ براہ بن عازب اور زید بن ارقم سے محصل سلسلہ:
28.....	نسائی کی روایت
29.....	طبرانی کی روایت

30.....	سیوطی کی روایت
30.....	ابن کثیر کی روایت
33.....	میسرا حصہ:
33.....	حدیث منزلت کی دلائل پر ایک نظر
34.....	حدیث منزلت کی دلائل
34.....	قرآن کی رو سے حضرت ہارون کا مقام
34.....	۱۔ نبوت
36.....	۳۔ خلافت و جانشینی
36.....	۵۴، ۶۰۔ اخوت و رسالت میں مشارکت ، مضبوط پشت پناہ
37.....	حضرت علی (ع) کے مقام و منزلت پر ایک نظر
41.....	بعثت کی ابتداء اور حضرت علی (ع) کی وزارت
43.....	علی (ع) کی وزارت اور بیخیمبر (ص) کی دعا
44.....	مخصوص منزلت
44.....	خصوصی برتری
46.....	امور میں شرکت
49.....	بیخیمبر اکرم (ص) کی پشت پناہی
50.....	امور کی اصلاح و درستگی
51.....	علم و آگہی
54.....	مقام عصمت
55.....	مقام طہارت و پاکیزگی
61.....	چوتھا حصہ:

- 61..... امیر المومنین (ع) کی خلافت پر
- 61..... حدیث منزلت کی دلالت
- 62..... حدیث منزلت اور خلافت علی (ع) کا واضح بیان
- 63..... بیختمیر (ص) کی جانشینی، فضائل کی اوج
- 64..... قابلیت کا ظہور
- 66..... بلا شرط فرمان برداری
- 67..... حدیث منزلت اور علمائے اہل سنت کا نظریہ
- 70..... پانچواں حصہ:
- 70..... حدیث منزلت کو رد کرنے کی علمی کوششیں
- 71..... حدیث منزلت کو رد کرنے کی کوششیں
- 71..... علمی اشکالات
- 72..... دوسرا اشکال: خلافت کی محدودیت
- 73..... پہلے اشکال کا جواب
- 74..... اہل فن کا نظریہ
- 79..... دوسرے اشکال کا جواب
- 79..... پہلی صورت:
- 80..... دوسری صورت:
- 83..... حدیث منزلت اور ابن تیمیہ کا نظریہ
- 86..... نظریہ ابن تیمیہ کی رد
- 89..... اہل علم کا نظریہ
- 92..... تیسرے اشکال کا جواب

93.....	چھٹا حصہ:
93.....	وہ موقع جہاں حدیث منزلت بیان ہوئی
94.....	وہ موقع جہاں حدیث منزلت بیان ہوئی
94.....	۱۔ اصحاب کی اخوت کے موقع پر
97.....	۲۔ حسین (ع) کی ولادت کے موقع پر
98.....	۳۔ خطبہ غدیر خم
98.....	۴۔ مسجد کی طرف کھلنے والے دروازوں کو بند کراتے وقت
99.....	۵۔ عمر بن خطاب کا تقاضا
99.....	۶۔ دختر حمزہ کے ماجرا میں
100.....	۷۔ جابر کی لیک حدیث
101.....	۸۔ ام سلمہ کی حدیث
102.....	خلافت پر حدیث منزلت کی دلالت کا خلاصہ
102.....	پہلا نکتہ:
102.....	دوسرا نکتہ:
102.....	تیسرا نکتہ:
102.....	متن حدیث کے بعض قرائن
102.....	پہلا شاہد:
103.....	دوسرا شاہد:
103.....	تیسرا شاہد:
104.....	چوتھا شاہد:
104.....	پانچواں شاہد:

105.....	چھٹا شاہد :
106.....	خارج از متن قرآن.....
106.....	اروی اور معاویہ کا واقعہ
110.....	ساتویں حصہ:
110.....	غیر علمی اشکالات پر ایک نظر
111.....	غیر علمی اشکالات
111.....	۱۔ حدیث کی تحریف
113.....	۲۔ شیخین کی فضیلت میں احادیث گھرونا
115.....	۳۔ حدیث منزلت کی رو
117.....	سخن آخر
118.....	کتابنامہ